مولانا ابوالکلام آزاد

ملفوظاتِ آزادؒ

مرتب : محمد اجمل خاں

(اس کتاب کو محمد اجمل خاں صاحب کی اجازت سے شائع کیا گیا ہے)

ناشر

انور عارف مکتبہ ماحول کراچی

طابع

ایجوکیشنل پریس پاکستان چوک کراچی

پہلی بار اکتوبر ۱۹۶۱ء

قیمت دو روپے

کتاب انسان کی بہترین دوست ہے

بسمہ سبحانہ

۱۹۳۷ء میں مختلف صوبوں میں وزارتیں بنیں، اور مولانا ابوالکلام آزاد کانگریس پارلیمنٹری بورڈ کے تین اراکین میں سے ایک رکن قرار پائے، آخر کار ۱۹۴۷ء میں ہندوستان تقسیم ہوگیا۔ اس دس گیارہ سال کے زمانے میں سیاسی سرگرمیوں میں کافی زور شور پیدا ہوگیا تھا۔ اور مولانا مرحوم کو دم لینے کی فرصت نہیں ملتی تھی۔ کبھی مختلف پارٹیوں کیلئے بیانات، کبھی ہندو بیرونِ ہند کے سیاسی حضرات سے ملاقاتیں، کبھی دینی و سماجی مصلحوں سے باتیں۔ غرضیکہ زندگی کیا تھی، ایک طوفان تھی۔

اس زمانے کے ہنگاموں میں مولانا کے ساتھ ساتھ رہنے میں ایک ایسا سرور وکیف تھا۔ جو وہی لوگ جان سکتے ہیں جو ایسے انقلابی دور سے گذرے ہوں۔

اس زمانے کے مختلف واقعات کو میں باقاعدہ کتابی صورت دینا چاہتا تھا۔ اور بہت سی باتیں نوٹ کرلی تھیں۔ اس کتاب کا نام میں نے از پس پردہ (From Behind the Screen) رکھا تھا۔ اس میں نہ صرف ۱۹۱۴ء سے ۱۹۴۷ء تک کے حالات تھے۔ جس میں مختلف افراد اور جماعتوں کی قلمی تصویریں تھیں۔ بلکہ اکثر ایسے دلچسپ واقعات وحادثات تھے جو ایک ہمعصر و ہم جلیس ہی لکھ سکتا ہے۔ حسرت موہانی کی علی گڑھ کی سودیشی دکان۔ اور اس صوفی و شاعر کی متضاد اور بغاوت افزا باتیں

اب کون ہے جو اس انقلابی کا ذکر کرے۔ سنتے ہیں کہ کتب خانہ بھی ضائع ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ محمد علی جوہر جنہوں نے "کامریڈ" کا لفظ ایجاد کیا اور سرسید کے بعد علی گڑھ تحریک کو راہ پر ڈالا ان کی بے باکانہ صحافت اور حقیقت پسندی کو کون بھول سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔ ؎

حوران بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا
لبیک کہ مقتل کا صلا میرے لئے ہے

نپولین کے ساتھ ڈیوک آف ولنگڈن کا بھی ذکر آ ہی جاتا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں ڈاکٹر ضیاء الدین بھی موجود تھے۔ اور چند انگریز کے بنائے ہوئے مردوں کا بھی ذکر تھا۔ حمایت والے بھی تھے اور خلافت والے بھی۔ مقتولوں سے بچے کھچے جلیاں والے باغ والے ڈاکٹر سیف الدین کچلو بھی تھے۔ اور قصہ خوانی بازار کو خونی بازار کا نام دینے والوں کا بھی ذکر تھا۔ پشاوری انکواری کمیٹی کو خفیہ طور پر ترجمہ کرانے اور آزمالیں پنڈت کا بھی کارنامہ تھا۔ اس میں شوکت عثمانی بھی نظر آتے تھے۔ اور سوبھاش بوس بھی، اس میں جمنا لال بزانہ کی دھرم پتنی بھی تھیں۔ اور مسز وجے لکشمی بھی مہمانوں کی تواضع میں نظر آتی تھیں۔ کہیں خان عبدالغفار خان، عبدالرحیم پوپل زئیؒ مولانا عبدالجلیل ندوی، عبدالصمد اچکزئیؒ، اور فقیر اے پی نظر آتے تھے، تو کہیں لال جی مہروترہ، چوئٹ رام گڈوانی، بھنجو رام گاندھی، مہر چند کھنہ، الہٰ بخش، اچاریہ کرپلانی اور پیرالٰہی بخش تھے۔ کہیں راجہ جی اپنی گھٹا لوٹپ عینک کے پیچھے سے محو نظارہ تھے، اور کہیں مسز سروجنی نائیڈو اخبار نویسوں کو چکر دے رہی تھیں۔ کہیں جواہر لال اپنی جارحانہ خوش بیانی سے اپنا مطلب ذہن نشین کرا رہے تھے۔ اور کہیں

بابائے اردو مولوی عبدالحق مجھ سے یہ کہہ رہے تھے کہ دیکھئے اس اشتہار میں، جواہر لعل، لال کو "لعل" عین سے لکھا ہے۔ میں نے بتایا کہ یہی صحیح ہے اسلئے جواہر لعل عین (چشمہ) جواہر ہیں۔ کہیں آصف علی اپنی بذلہ سنجی اور لفظ لفظ کی اشارا تی تاویل میں نظر آتے تھے، اور کہیں آروناآصف علی زیر زمین (انڈر گراونڈ) کلکتہ بمبئی، دلّی میں بغاوت پھیلا رہی تھیں، کہیں مولانا اپنی عادی تمکنت کو بھول کر پاپڑ اور برفی کی تاریخ سنا رہے تھے، اور کہیں گاندھی جی اخبار نویسوں کا کیمرہ چھین کر داخل مالِ غنیمت کر رہے تھے، غرضیکہ عام زندگی کی رنگینیوں اور تفریحوں کا بھی اس کتاب میں ذکر تھا، سنجیدہ صحبتوں اور فسادتی مجلسوں کا بھی حال تھا۔ یہ طلسم ہوشربا کی جلد ہشتم تحریری شکل میں موجود تھی، کہ یکایک ہند کے تین ٹکڑے کر دے گئے ایک مشرقی پاکستان دوسرا مغربی پاکستان؛ اور تیسرا ہندوستان، میرے ایک لیگی کرم فرما مرزا کلیم اللہ بیگ چغتائی (جنہیں ہم چغلائی کہا کرتے تھے) بچوں کو سکھایا کرتے تھے کہ پ سے پنجاب و بنگال، الف سے آسام، کاف سے کشمیر، س سے سندھ اور سرحد بنتا ہے۔ اسے یاد رکھو یہ ہے پاکستان، لیکن پنجاب تو دو آب رہ گیا بنگال بھنگ ہو گیا، اور کاف ندارد، بیچ میں بھارت یعنی انڈیا باقی ہے۔ جب حادثہ تقسیم، اہل تثلیث کی صلیبی شکل میں نمایاں ہوا تو وہ ہزار ہا معصوم بچے، عورتیں، مرد، بوڑھے۔ اپنے خون سے ہندوستان کو لالہ زار بنانے لگے

میں اس وقت لودھی روڈ پر مقیم تھا یوم آزادی کا ترنگا جھنڈا اس مثلث تقسیم کی خوشی میں میرے گھر پر لہرا رہا تھا، کہ ٹھیک بیس دن بعد ۵ ستمبر ۱۹۴۷ء کو ننگی تلواریں لئے ہوئے، لنگوٹ باندھے ہوئے چند نبرد آزما میرے غربت کدہ پر حملہ آور ہوئے

اتنے میں میں پہنچ گیا، مجھ ہی سے پوچھا کہ یہاں کوئی مسلمان ہے؟

میں نے کہا کہ میں حاضر ہوں، بھلا وہ اس مذاق کو کب گوارہ کر سکتے تھے، کہ ایک شخص گاندھی ٹوپی اور کھدر کی شیروانی میں مسلمان بھی ہو سکتا ہے۔ مجھ سے فرمانے لگے کہ ہمارے بہت سے آدمی پاکستان میں قتل ہو چکے ہیں۔ افسوس کہ یہاں کوئی نہ ملا کہ پاکستان کا بدلہ لیتے۔ اچھا آگے چلتے ہیں، اسی دن جالندھر میں ڈاکٹر ذاکر حسین بھی ایک سکھ دوست کی وجہ سے مصلوب ہونے سے بچے، میں مولانا کا مہمان بن گیا دوسرے دن دوستوں کو حقیقت معلوم ہوئی، گھر پر چڑھ دوڑے اور احتیاط کے ساتھ سامان سنبھالا اور چلتے بنے، لیکن چلتے چلتے میرے مسودات کو نذرِ آتش کر گئے۔ جس میں گرونانک کی سوانح عمری بھی تھی، اور یہ کتاب "از پس پردہ"۔

افسوس کہ یہ کتاب اپنی تحریری شکل میں منصۂ شہود پر نہ آسکی اور میں مولانا کا وہ شعر جو انہوں نے ۱۹۴۲ء میں لاہور کے جلسہ میں پڑھا تھا۔ اِنّا لِلّٰہ کی جگہ پڑھ کر چپ ہو گیا۔ ؎

گھر میں کیا تھا جو ترا غم اسے ویران کرتا

وہ جو ہم رکھتے تھے اک حسرتِ تعمیر سو ہے

بہر حال میں پھر جگر لخت لخت کو جمع کر رہا ہوں۔ اور صلیب کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آگے بڑھ رہا ہوں، لیکن ہر کتب خانے کو اس کی تباہی پر یہ شعر سناتا جاتا ہوں کہ ؎

گماں مبر کہ تو چوں بگذری، جہاں بگذشت

ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست!

بہت سے لکھنے والے ہیں جو اپنی زندگی کی داستان غم زبان خموشی سے جریدۂ عالم پر ثبت کر چکے ہیں، اور ہماری موجودہ "تہذیب" اس داستان کی زندہ تحریر ہے، مساجد اور گوردواروں، کلیساؤں، خانقاہوں اور مدرسوں کی اینٹیں گلے مل مل کے رو رہی ہیں، اور اپنے سنگ و خشت سے میخانوں اور سینماؤں کی تعمیر میں مشغول ہیں، پیارے لال گاندھی جی کے ملفوظات کو روشن کر رہے ہیں تو خواجہ احمد فاروقی میرؔ کی یاد دلا رہے ہیں۔ یادش بخیر اسی زمانے میں مولانا آزاد کو اجمل خاں یہ شعر سناتے ہیں،

وہ آئے بزم میں اتنا تو میرؔ نے دیکھا
پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی

مولانا اچھل پڑتے ہیں فرماتے ہیں کہ کتنی صاف زبان ہے، گویا آج ہی کسی نے کہا ہے۔ پوچھتے ہیں کہ کہاں دیکھا، کہتا ہوں کہ کتاب میں نہیں، مولانا جمال میاں (حال مہاجر پاکستان) کی زبان سے سنا ہے۔ غالباً ۵۳ء کا زمانہ ہے، دوسرے دن جانا ہوں تو پھر وہی شعر پڑھنے لگتے ہیں، اخباروں میں بحث چھڑتی ہے، غنایدؔ لگا دیں اور یہ شعر زبان حال سے کہنے لگتا ہے، کہ۔ "مرا مدرسہ کہ برد" مولانا نے اس پر توجہ نہیں کی کہ شعر میرؔ کا ہے یا نہیں، وہ شعر کی شعریت میں محو ہو گئے، انہوں نے اس سینہ کی داد دینا شروع کی جو "تجربائے زخم کاری، تھا دست و بازوئے قاتل" پہ خیال نہیں دوڑایا۔

نظر لگے نہ کہیں اس کے دست و بازو کو
یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

اور آج کیا ہو رہا ہے۔ ہمایوں کبیر "آزادی ہند" کے نشیب و فراز پر مولانا کے مشاہدات قلم بند کرتے ہیں تو لوگ غواص کی باتوں کو چھوڑ کر ان ناآشنایانِ بحر کی روایات بیان کرنے لگتے ہیں۔ جو کنارے پر بیٹھے ہوئے طوفان کو دور سے دیکھ رہے تھے۔

بہر حال "از پسِ پردہ" کی راکھ میں جو چنگاریاں رہ گئی تھیں وہ "آتش کدۂ آذر" بنانے کیلئے کافی تھیں، میری ایک کتاب "سیرت نبوی" دس جلدوں میں پاکستان میں زیر طبع تھی، تثلیثی تقسیم نے اس کے تین ٹکڑے کر دیئے، یعنی اس کی کتابت ہونے کے بعد ضائع ہو گئی، اور آخر کار میں نے دوبارہ مختصر سیرت لکھی، چھپوائی اور تثلیث پرستوں نے اس کی عبارتوں کو مسخ کرنا شروع کیا۔ آخر سیرت متوسط ۵۲ء میں چھپی تو سب خاموش ہو گئے، اب سیرت کبیر نئے سرے سے تیار ہے۔ جس میں مکمل قرآن و سیرتِ نبوی ہے۔ مختصر سیرت پر تنقید کرنے والے مقدمۂ سیرت سے آگے نہ بڑھ سکے، مگر مقدمہ ہی کو نہیں پوری کتاب کو "گمراہ کن" سمجھے اور گمراہی کیا تھی یہی کہ قرآن کریم کی تنزیلی ترتیب سے سیرت نبوی کو سمجھنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے۔

مولانا عبید اللہ سندھی بن اسلام اور مولانا ابوالکلام تو ان کی نظروں میں معتوب تھے ہی یہ لوگ سلف صالحین سے بھی منحرف ہوتے ہوئے نہ شرماسئے، خیر راقم سیرت نے کسی طاعن کا جواب نہ دیا، اور وہی طریقہ اختیار کیا جو مولانا کا تھا، وہ بہت سے لا یعنی خطوط اور مہمل اعتراضات کا جواب صرف تغافل سے دیتے تھے ؎

حسود را نتواں کرد از جدل خاموش
مگر زتیغ تغافل زباں بریدہ شود

بہر حال میں نے دوبارہ "از پسِ پردہ" کو تیار کرنا شروع کر دیا ہے اور

۱۹۴۷ء کے بعد یہ داستان ۱۹۵۸ء تک پہنچ گئی ہے، رفتہ رفتہ اس کی اشاعت ہوگی، بالفعل میں اس اہم تاریخی دور کے لوگوں کے مختلف سوالات کے متعلق مولاناؒ نے جو کچھ فرمایا تھا، اپنی مختصر یادداشتوں سے اخذ کرکے پیش کرتا ہوں، چونکہ مولانا کے ارشادات کی مکمل نقلیں میرے پاس نہیں ہیں، لہٰذا عبارتیں مولانا کی نہیں، بلکہ مولانا کے فرمودات کا خلاصہ ہے۔ ممنون ہوں گا اگر وہ حضرات جن کے پاس میری مکمل تحریریں ہیں، یا ایسی تحریریں ہیں جو مولانا نے خود لکھی تھیں، مجھے عنایت فرمادیں۔ یا ان کی نقلیں ہی بھیجدیں تاکہ ملفوظاتِ آزاد کا جو سلسلہ میں نے شروع کیا ہے ان میں شامل کرسکوں، اور اگر کہیں مولانا کے مفہوم کو ادا کرنے میں مجھ سے مسامحت ہوئی ہے۔ تو اسے درست کرلوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے سوالات کی غیر مبہم نقلیں بھی ارسال فرمادیں یہی اس مجموعے کا مقصد ہے،

میں چودھری غلام رسول مہر کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مکاتیب مولانا کو "نقش آزاد" کے نام سے شائع کردیا ہے۔ اور میں اس سے استفادہ کررہا ہوں۔

مولانا کے ملفوظات سے نہ صرف اس تاریخی دور کی سماجی وسیاسی تاریخ مرتب ہوسکتی ہے، بلکہ یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ اس زمانے میں لوگوں کے دلوں میں کیا کیا خیالات اور سوالات ابھرتے تھے، اور ان کا پس منظر کیا تھا، اسی لئے میں نے سوال پوچھنے والوں کے سوالات کو حتی الامکان مکمل طور پر نقل کردیا ہے۔ اور ان کے ساتھ مولانا کے فرمودات کو اختصار سے لکھ دیا ہے۔ اس اختصار کی خاص وجہ یہ ہے، کہ مولانا کو مختلف سیاسی، سرکاری اور سوشل مصروفیتوں سے اتنا وقت نہیں ملتا تھا کہ ہر سوال کے متعلق تفصیل سے کچھ ارشاد فرمائیں، وہ چند لفظ فرمادیتے تھے یہ میرا کام تھا کہ اسے

مربوط عبارت کا جامہ پہناؤں، اگر کہیں مسامحت ہوئی ہو تو اس کی تشریح کرنے کو تیار ہوں، یہ مولانا مرحوم کی کوتاہی نہ سمجھی جائے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، غیر معمولی عالم دین تو تھے ہی۔ وہ اردو کے بیمثال ادیب بھی تھے۔ اور مدبر بھی، لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کس میدان کی صف اوّل میں تھے، وہ ہر میدان کے شہسوار اور یگانہ روزگار نظر آتے ہیں۔

مسائل دینیہ میں ان کی جدت پسندی پر شاہد عدل ہے۔ طلاق مرتان کے سلسلہ میں ان کا اجتہاد قابل تقلید ہے۔ بنک کے سود اور انشورنس کے معاملہ میں وہ جدید سوسائٹی کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ پردہ حجاب اور غض بصر کے متعلق وہ حقیقی اسلامی فیصلہ نمایاں کرتے ہیں،

گلستان ادب و انشا میں وہ ایک عدیم المثال طرز کے موجد ہیں، اور اردو صحافت میں تو باوجود کا غذو مطابع کی فراوانیوں کے اب تک الہلال کا مثل ظہور میں آیا ہی نہیں

خارستان سیاست میں عام رہرو کانٹوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے راہ کی دشواریوں اور قطاع الطریق کی لوٹ مار سے منزل مقصود ہی اوجھل ہو جاتی ہے، لیکن مولانا ہیں کہ بلاد کے سیلاب میں گھس جاتے ہیں، اور بے راہ روی اختیار نہیں کرتے۔ بقول ذوق۔

شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

۹ راگست ۱۹۴۲ء سے ۱۵ جون ۱۹۴۵ء تک مولانا احمد نگر کے قلعہ میں قید رہے اس زمانہ کے خطوط میں نے مولانا سے باصرار حاصل کر لئے اور "غبار خاطر" کے نام سے شائع کر دیئے اکثر قیدی پڑھنے میں اور بعض لکھنے میں اپنا وقت صرف کرتے تھے۔ گویا یہ شغل بے کاری تھا۔ مولانا نے اس زمانہ میں اردو پر بڑا احسان کیا۔ کہ انشا پردازی کا بہترین نمونہ تیار کر دیا۔ اس سے پہلے انہوں نے رانچی کی نظر بندی میں "تذکرہ" اور کلکتہ جیل میں چند سوانح حیات

لکھوائی تھیں، احمد نگر میں ڈاکٹر سید محمود اور آصف علی مرحوم نے بہت اصرار کیا تھا کہ ترجمان
کی آخری جلد تیار کر دی جائے، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم ایک مختصر و جامع کتاب (BASIC
ISLAM) (بنیادی اسلام کے نام سے لکھوا دیں۔ اور آصف صاحب انگریزی ترجمہ کرنے جائیں
افسوس کہ یہ دونوں باتیں معرض وجود میں نہ آئیں، اور صرف غبار خاطر یا ذوالقرنین فی القرآن
کے سوا ہمیں کچھ نہ ملا، مولانا کا خیال شاید یہ تھا کہ سورہ فاتحہ میں اسلام کی بنیادی تعلیم،
آگئی ہے۔ اور غالباً اسی لئے ڈاکٹر محمد حماد فاروقی نے ۱۹۴۷ء میں اس کا انگریزی ترجمہ کیا
تھا اور مولانا نے انہیں اسکی اجازت دی تھی کہ اسے شائع کر دیں، پھر احمد آباد کی نظر بندی
میں "بیسک اسلام" کے تصور نے یہ شکل اختیار کی کہ سورہ الفاتحہ پر نظر ثانی کی، اور آخر
کار اسی کے مضامین کو سید اشفاق حسین صاحب نے اور پھر ڈاکٹر سید عبد اللطیف نے
"بنیادی تصورات اسلام" (Basic Concepts of Islam) کے نام سے
شائع کیا۔ عام خیال یہی ہے کہ سورہ فاتحہ میں اساسی تصورات اسلام بیان کر دیے گئے
ہیں۔ میں مولانا سے اس باب میں اختلاف رکھتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ مولانا ضرور
ایک رسالہ "بنیادی اسلام" پر لکھیں اسی لئے میں نے "اعلان انقلاب" یعنی تفسیر
سورۃ العلق اور "پیمان انقلاب" تفسیر سورہ الحمد لکھیں اور مولانا کو پیش کر دیں
اس وقت سے مولانا کو خاص توجہ ہوئی کہ "بیسک اسلام" دنیا کے سامنے آئے
انہوں نے اس سلسلہ میں چند باتیں فرمائی تھیں، اور اتوار کا دن اس کے لئے مخصوص
کر دیا تھا۔ مگر افسوس کہ ؎ آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

یہ جو کچھ پیش کر رہا ہوں نہ مولانا کی انشا کا نمونہ ہے نہ فن مکاتیب نویسی
کا یہ مولانا کے اشارات ہیں۔ جو میں نے جمع کر لئے ہیں۔ اور صاحبان نظر کے سامنے

پیش کرتا ہوں۔ میرا مقصد تو یہی ہے کہ مولانا کے ملفوظات سے انکی نکتہ رسی اور معاملہ فہمی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ لیکن اگر تاریخ انشا پردازی میں گلہائے رنگارنگ کی تلاش ہو تو اس کا بھی سامان بہم پہنچ جائے۔ یعنی اردو خطوط نویسی کا شمال و جنوب مشرق و مغرب ہند ہی نہیں برما و سیلون، مشرقی افریقہ اور مصر تک وہ ڈھانچہ بن گیا تھا۔ جو اس مجموعے کے خطوں سے ظاہر ہے۔ اردو زبان ایک بین الملکی زبان بن گئی تھی اور آگے بڑھ رہی تھی۔ اب لوگ دوسروں سے خط نہیں لکھواتے تھے۔ بقول غالب کہ ؎

مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے!

بلکہ اب ہر ہندوستانی اردو کے طرز انشا سے واقف ہو گیا تھا۔ اور دینی و دنیوی مسائل پر اخبار پڑھ کر رائے زنی کرتا تھا۔

علم الانشاء (Epistolography) یا خطوط نویسی کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم کو مکتوبات یا رسائل کہتے ہیں، ان سے مراد وہ تحریریں جو سوچ سمجھ کر کسی علمی ادبی یا معاشرتی مضمون کو ہر خاص و عام کے سامنے لاتی ہیں؛ ایسی تحریر درحقیقت ایک خطبہ یا تقریر ہوتی ہے۔ جو مجمع عام میں دی جا سکے۔ اس سے بحث نہیں کہ مکتوب الیہ فرضی ہے یا واقعی۔ مولانا آزاد کی "غبار خاطر" درحقیقت مکتوبات یا رسائل ہیں۔ اور حبیب الرحمٰن خان شیروانی کی طرف بظاہر روئے سخن ہے، حالانکہ یہ رسائل ادب عالیہ کی ایک شاخ ہیں اور روئے سخن ہر سخن فہم کی طرف ہے۔ اخباری زبان میں اسے "کھلا خط" کہتے ہیں۔

انشاء کی دوسری قسم وہ خطوط ہیں۔ جو نجی ضرورتوں یا کاروبار کے سلسلے میں لکھے جاتے ہیں۔ انہیں رقعات کہتے ہیں۔ ان کی زبان بول چال کی زبان ہوتی ہے۔ سادہ اور برجستہ، ان میں ادبی صنعتیں نہیں پیدا کی جاتیں، غالب کے خطوط کی یہی خصوصیت ہے کہ روزمرہ کی زبان میں ہیں۔ اور مکتوبات یا رسائل کی طرح انشا پردازی کی قدیم تقلید سے پاک ہیں۔

مکتوبات یا رسائل کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ عہد کے علمی اخبارات و جرائد تھے۔ جن کے ذریعے مصنف اپنے پیغامات عامۃ الناس تک پہنچاتا تھا، بابل و اشوریہ مصر و یونان و روم کے بعض رسائل اب تک مشہور ہیں، افلاطون، ارسطو، سینکا اور سیسرو کے علاوہ خود انجیل میں مکتوبات یوحنا وغیرہ موجود ہیں۔

اردو اور ترکی میں عربی انشا کا گہرا اثر موجود ہے، فارسی میں بھی مقفیٰ و مسجع عبارت میں کثیر تعداد میں انشاء کی کتابیں جن میں مکتوبات و رقعات دونوں کے نمونے موجود ہیں۔

مروان ثانی کا معتمد خصوصی، عبدالحمید بن یحییٰ اس فن میں ممتاز تھا۔ ابن قتیبہ کی عیون الاخبار اور قلقشندی (المتوفی ۸۲۱ھ) کی کتاب صبح الاعشیٰ فی صناعۃ الانشاء چودہ بڑی بڑی جلدوں میں چھپ گئی ہے۔ اور مرصع نگاری، تاریخ، جغرافیہ، اور مختلف مضامین کی انسائیکلو پیڈیا ہے، ابن فضل اللہ کی التعریف فی مصطلح الشریف، مرعی بن یوسف کی بدیع الانشاء والصفات فی المکاتبات والمراسلات، حسن العطار کی "انشاء" اور نجم الدین محمد بن قلقشندی کی "قلائد الجمان فی المصطلح مکاتبات اہل زبان فن انشائے عربی کی مشہور کتابیں ہیں۔

ہندوستان میں سینکڑوں برس تک درباری زبان فارسی رہی۔ اسلئے یہاں کثرت سے فارسی انشاء کی کتابیں لکھی گئیں۔ انشائے ابوالفضل، انشائے خلیفہ، انشائے ہرکرن ملتانی (در عہد جہانگیر) اس کا انگریزی سرکاری خط و کتابت کیلئے ۱۷۸۱ء میں نمونہ قرار پایا، انشائے فائق، پنج رقعہ ولایت وغیرہ متداول کتابیں تھیں۔ انشائے تمیز (۱۸۶۱ء) از منشی کالی رائے تمیز فرخ آبادی میں دیگر صنائع و بدائع کے علاوہ قطع الحروف کی بھی صنعتیں ہیں۔ انشائے بشیر ایک بنگالی نے ۱۹۰۸ء میں لکھی ہے یہ تپرہ کے باشندے تھے۔ اور مدرسہ امینیہ دہلی کے متعلم تھے۔ انشائے دلکشا، سید نثار علی بخاری بریلوی نے مبتدیوں کے لئے ۱۹۲۴ء میں لکھی، انشائے انیس الفقراء شہزادہ مرزا احمد اختر گورگانی خلف اکبر محمد دارا بخت دلی عہد بہادر شاہ ثانی نے مکتوبات عرفان لکھے۔ انشائے جامی صوفیانہ مکتوبات پر مشتمل ہے۔ اور اس میں مشکل لغات کا حل بھی دیا ہے۔ انشائے عجیب مشتمل بر مکاتبات و مراسلات و رقعات ہے اس میں شیخ محمد جعفر بجنوری نے صنعت لفظی و صنعت غیر منقوط وغیرہ کے نمونے بھی درج کئے ہیں۔

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں، نمونۂ جگر از خواجہ غلام غوث بے خبر بھی رسائل انشاء میں داخل ہیں۔ ان کے علاوہ اور بیسیوں کتابیں ہیں۔ جو ہندوستان میں لکھی گئی ہیں۔

اردو میں رقعات کی ابتداء غدر سے پہلے ہو چکی تھی، پھر غالب کے رقعات عود ہندی اور مکاتیب اردوئے معلی کے نام سے چھپے، مرزا رجب علی بیگ سرور کی انشائے سرور چھپی۔ انشائے بہار بے خزاں، سرسید شبلی و نیاز کے مکاتیب

ورسائل چھپے۔ انشائے خرد افروز مع تاریخ زبان اردو (۱۸۵۲ء) میں چھپی، ۱۸۸۱ء میں انشائے کریم الدین چھپی۔ مکتوب احمدی خطوط نویسی کے فن پر شائع ہوئی، نمکدان بلاغت عاشقانہ خط و کتابت ۱۹۱۱ء میں چھپی، انشائے مادھورام فارسی کا اردو ترجمہ ہوا، انشائے یادگار اصغری، رقعات اردو، لذت الافہام (رنگین فقرات کا گلدستہ) انشائے دلربا وغیرہ شائع ہوئیں۔

ملفوظات کے سلسلے میں بیسیوں کتابیں فارسی اور اردو میں شائع ہو چکی ہیں انہیں یوں سمجھنا چاہیئے کہ جسطرح قدیم زمانے میں مختلف لوگ، کتابت یا روایت کرتے تھے، جیسے کاتب الواقدی یا حماد الراویہ کی روایات اسی طرح، فارسی اور اردو میں مختلف اقوال و حکایات کو سن کر نقل کرنے کا نام ملفوظات پڑ گیا، ان ملفوظات کی صحت زیادہ تر ناقل کی ثقاہت پر مبنی ہوتی ہے۔

موجودہ سلسلہ کی خصوصیت بس اتنی ہے کہ اس میں لوگوں کے سوالات بھی ہیں اور بروایت راقم مولانا کے جوابی ملفوظات بھی، ان کی صحت میری یادداشتوں کی صحت پر منحصر ہے۔

مولانا کی وفات کو آج ایک سال پورا ہو گیا، اگر وہ زندہ رہتے تو "بنیادی اسلام" اور سیرت نبوی کے بہت سے عقدے کھل جاتے۔ لیکن افسوس کہ

شبہائے ہجر را گزرا ندیم و زندہ ایم
مارا بسخت جانی خود ایں گماں نہ بود

اور آزردہ کی زبان سے یہی کہہ سکتا ہوں کہ۔

زاہد بیاد موتِ شہیدانِ عشق ہیں ۔ کیں موت را نہ زندگیٔ جاوداں رسید

ملفوظات کی بہت سی قسمیں کی جا سکتی ہیں، اب تک عموماً تصوف و مذہب کے سلسلے میں ملفوظات لکھے ہیں۔ اس مجموعہ کی نوعیت، اگرچہ ملفوظات کی ہے، لیکن اس میں واقعات بھی ہیں اور حکایات بھی، روایات بھی ہیں اور فکاہات بھی، بہرحال ہم جملہ ملفوظات و اشارات آزاد کو تین بڑی قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، مثلاً دینی، ادبی وسیاسی۔ ہر عنوان مجموعہ کے اوپر درج کر دیا جائے گا، اور ممکن ہے کہ ہر عنوان کی کئی کئی جلدیں ہوں۔ یہ سب روایات و حکایات، جنہیں ملفوظات کی شکل دی گئی ہے، مولانا کی دین پرستی، انسان دوستی اور حب قومی کی زندہ یادگار رہوں گی۔

زاہد بیاد موت شہیدان عشق بیں
کیں موت را نہ زندگی جاودان رسید

نوٹ۔ سائلین کے سوالات میں املا کی جو غلطیاں ہیں وہ بعینہٖ اسی طرح درج کر دی گئی ہیں، ان میں اصلاح اسلئے نہیں کی گئی کہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ لکھنے والا ادیب نہ ہونے کے باوجود بولنے کی عام زبان یعنی اردو یا ہندوستانی سے واقف ہے۔

محمد اجمل خان

یکشنبہ ۲۲ ر فروری ۱۹۵۹ء
(یوم وفات مولانا آزاد)

۲۲ مئی ۱۹۵۵ء

بگرامی خدمت فیضدرجت جناب مولانا صاحب اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بہت مجبور ہوکر اور کوئی چارہ کار نہ پاکر یہ خط حضور والا کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ امید کہ جواب سے محروم نہیں کریں گے۔ ایک خلش دل میں بہت دنوں سے چلی آرہی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تراویح کا جو عام رواج ہے۔ جس میں صرف قرآن کا متن پڑھا جاتا ہے۔ اس سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ لوگ بیکار کی مشقت اٹھاتے ہیں بلکہ ایک مہلک غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں۔ کہ تراویح پڑھ لینے کے بعد سمجھنے لگتے ہیں کہ قرآن پڑھ لیا۔ حالانکہ جیسے کورے رمضان سے قبل تھے تراویح پڑھنے اور قرآن سننے کے بعد بھی ویسا ہی کورے رہے۔ معلومات میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوا، کبھی تو اپنا خیال ہوتا ہے کہ یہ رواج کی پابندی ہے اور لوگ آنکھیں بند کرکے ایک کام بلا سوچے سمجھے کئے جاتے ہیں۔ مگر پھر حضور والا کے قیام رانچی کے زمانہ میں اسی طرح تراویح کا پڑھا جانا جب یاد آتا ہے تو کوئی خیال جمتا نہیں ہے۔ التجا ہے کہ حضور والا مہربانی فرماکر راہنمائی کریں گے ~~عدم شکریہ~~ کا موقع بخشیں گے۔ والسلام

خاکسار محمد نعیم
چھتنج روڈ راچی

جواب

مولانا فرماتے ہیں۔

تراویح میں قرآن پڑھنے کا فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن حفظ کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ اور اس طرح قرآن کی حفاظت ہوتی ہے۔ لوگوں کو چاہیئے کہ قرآن کو معانی کے ساتھ سمجھیں، محض الفاظ کی قرأت پر قناعت نہ کریں۔ مگر اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ رمضان میں قرآن کی تلاوت کی مخالفت کی جائے۔ کوشش کرنا چاہئے کہ لوگوں کو قرآن ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا شوق دلایا جائے۔



مخدوم و محترم! سلام ورحمت

حضرت خواجہ رضی الدین احمدؒ عرف خواجہ باقی باللہؒ حضرت مجدد الف ثانی کا نسب نامہ تحقیق طلب ہے۔

ایک صاحب کا دعویٰ ہے کہ حضرت خواجہ سید تھے۔ دوسرے صاحب۔ حضرت کی سیادت کے منکر ہیں۔ میں جو حضرت کی اولاد ہوں۔ بہت حیرت میں ہوں۔ خاندانی ذخیرہ سب ۱۸۵۷ء کی نذر ہوا۔

آپ کے وسیع مطالعہ سے۔ جو علم آپ کو ہوا ہے اس کا اظہار فرمائیں۔

خدا کرے مزاج عالی بخیر ہو۔

نیاز مند عزیز حسن بقائی سجادہ نشین حضرت خواجہ باقی باللہ جامع مسجد اردو بازار دہلی

جواب

کوئی خاص کتاب مولانا نہیں بتا سکتے۔ صوفیہ کے تذکروں میں جستجو کرنی چاہیئے۔

۴ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

محترمی و معظمی حضرت مولانا صاحب قبلہ السلام علیکم

"مذہبی رہنماؤں" والی کتاب کے سلسلہ میں آج ہی میں نے ایک خط حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں بھیجا ہے۔ میں اس خط کے اہم حصوں کی نقل آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ حالت بہت خراب ہو رہی ہے حالات کا جلد سدھرنا مشکل ہے۔ مگر پھر بھی ذیل کی دو تجویزوں پر جلد عمل ہو جانا چاہیئے۔

۱۔ ممتاز اور سر برآوردہ مسلمانوں کا ایک بیان جلد سے جلد شائع ہو جانا چاہیئے۔ جس میں مسلمانوں کو ہدایت کی جائے کہ اب وہ اس منحوس کتاب کے متعلق کوئی جلسہ نہ کریں۔ اور نہ کسی قسم کا ایجی ٹیشن برپا کریں۔

۲ ہندوستان کے سب مذہبوں کے نمائندوں اور عالموں کی ایک جماعت کا قیام، جس کا ایک اہم مقصد یہ ہو کہ اگر کسی مذہبی رہنما کی توہین کی جائے تو جس طرح مناسب سمجھے اس کا انسداد کرے۔

ان دونوں تجویزوں کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اگر آپ بالواسطہ کچھ مدد

فرمادیں تو اس سے فضا کا تکدر کچھ کم ہو جانے کی امید ہے۔ مسلمان اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارتے ہیں۔ اور آپ سے توقع رکھتے ہیں کہ آپ انہیں گرنے نہ دیں گے — اور آپ انہیں سنبھال لیتے ہیں۔

نیاز مند حامد اللہ افسر۔ کوزی کارنر شاہ گنج لکھنؤ

جواب

مولانا فرماتے ہیں۔

جو بات آپ نے لکھی ہے۔ وہ جمعیت العلماء کر چکی اور اب اصل کتاب کے متعلق جلسے نہیں ہو رہے ہیں۔

آپ کی دوسری تجویز اصولاً تو ٹھیک ہے۔ لیکن پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے۔ کہ عملی کاروائی کیا کی جائے۔ بطور ایک بنیادی اصول کے سب اسے تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مذہبی پیشواؤں کی عزت کرنی چاہئے۔ لیکن جب کوئی اس طرح کا واقعہ ہو جاتا ہے تو لوگ صبر و تحمل سے کام نہیں لیتے۔ اور اس کو پولیٹیکل اغراض کے لیئے کام میں لانا چاہتے ہیں۔ مولانا اس بات پر غور کر رہے ہیں۔ کہ قانونی حیثیت سے مزید کیا کاروائی کی جائے۔ امید ہے کہ اس بارے میں کسی نتیجہ پر وہ پہنچ جائیں گے۔



حضرت مولانا محترم! تسلیم

حضور رسول کریم کے اسوۂ حسنہ کے دو پہلو ہیں ایک محدود اور دوسرا لا محدود۔ لا محدود پہلو کے اثرات بنی نوع انسان کے مشترکہ وسیع مفاد پر حاوی

ہیں، شمولہ نیاز نامہ ہذا ہمہ گیر مسئلہ ہے۔ آپ کے بے مثال تجرِ علمی کے پیش نظر اس روایت کے کذب و صدق کا امتحان عین ممکن ہے۔

نیاز مند بیدی بخشش سنگھ وارڈ نمبر ۵ پٹی ضلع امرتسر مشرقی پنجاب

واقعہ غزوہ بنی لحیان کے دوران بریدہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم عسفان میں مقام ابواء کے نزدیک پہنچے تو اپنی والدہ پاک کی قبر دیکھ کر فوراً وضو کیا اور اپنی والدہ پاک کیلئے اللہ سے آمرزش طلب کی اتنے میں خدائے پاک کا کلام نازل ہوا۔ "نبی اور دوسرے مومنوں کے لئے یہ امر روا نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے آمرزش طلب کریں۔"

رسول صلعم نے فرمایا کہ میں آمنہ سے اسی طرح بیزار ہوں جس طرح ابراہیمؑ آذر سے تھے۔

جواب

مولانا فرماتے ہیں۔

جو روایت آپ نے لکھی ہے۔ یہ روایت ضعیف ہے۔ اس کے خلاف دوسری روائتیں بھی ملتی ہیں اسلئے اس پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔



۱۳ ر ستمبر ۵۵ء

ہندوستانی مسلمانوں کے محبوب نظر رہنما! تحیتہ و سلام

ادھر کچھ عرصہ سے یہ پروپیگنڈا بڑی شدومد سے جاری ہے کہ ایٹمی دور میں مذہب کی اہمیت نہ صرف کم بلکہ ختم ہو گئی ہے۔ یہ کچھ ایسا سوالی ہے

جس پر مجھ جیسے کم علم افراد "نہیں تو کر سکتے ہیں" لیکن دلائل کے لئے محتاج علم ہیں
بڑی امیدوں کے ساتھ یہ جرأت کر رہا ہوں کہ آپ اس مسئلہ پر اپنی رائے کا اظہار فرمائیں گے کہ کیا اس ایٹمی دور میں مذہب کی اہمیت کم یا ختم ہو گئی ہے؟ اگر "ہاں" تو کیوں؟ اور اگر "نہیں" تو اس مکروہ پروپیگنڈے سے عام مسلمانوں کو کیسے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ آپ ایک غریب ہندوستانی مسلمان کے اس عریضہ پر پوری توجہ سے غور فرمائیں گے اور اسلامی راہنمائی کرتے ہوئے جواب سے محروم نہ رکھیں گے۔

اس گستاخی کیلئے معذرت کا خواہشمند ہوں کہ جوابی لفافہ منسلک ہے، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔ خدا آپ کے ساتھ ہو۔

خاکسار اقبال صدیقی جرنلسٹ

باورچی ٹولہ لکھنؤ

جواب

مولانا فرماتے ہیں۔

مذہب کی اہمیت کبھی ختم نہ ہو گی۔ مذہب اطمینان قلب کی دوا ہے۔ اگر مریض یہ جان لے کہ وہ مریض ہے۔ تو ضرور معالج کی تلاش کرے گا۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان یا کوئی یہ بھی جانتا ہے کہ وہ بیمار ہے یا نہیں؟ اور بیماری کا اچھا معالج اور صحیح علاج کہاں مل سکتا ہے۔ والسلام

۲۲ ر دسمبر ۱۹۵۵ء

مولانائے محترمی ! اسلام علیکم

کچھ دنوں پہلے راقم نے ایک مراسلے میں آپ سے ایک مسئلہ کے متعلق جواب طلب کرنے کی جرأت کی تھی، جو ہنوز مرحمت نہیں ہوا۔ سوال پھر درج کیا جاتا ہے، مہربانی ہوگی اگر آپ جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

"جائز اور نا جائز نماز جمعہ سے کیا مراد ہے؟ شافعی طریق کی رو سے کسی شہر میں نماز جمعہ ایک سے زائد مسجدوں میں ادا کی جاسکتی ہے؟"

نیاز مند

سید حسن - پی - بی ۱۲۷۳ مدراس

جواب

۲۹ ر دسمبر ۱۹۵۵ء

اگر شہر کی آبادی اتنی ہے کہ ایک مسجد میں گنجائش نہیں نکل سکتی تو ایک سے زیادہ مسجدوں میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اس کو ناجائز سمجھنا صحیح نہیں۔

۲۵ ر اپریل ۵۶ء

ذوالمجد والمعالی حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ   مزاج سامی!

مجھے یاد ہے کہ کچھ عرصہ ہوا عید الضحیٰ کے روز جب مجھے ملاقات کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ آنمحترم نے جامع مسجد نئی دہلی متصل پارلیمنٹ ہاؤس کے متعلق دریافت فرمایا تھا کہ وہاں نماز عید ہوتی ہے یا کہ نہیں میں نے عرض کیا تھا کہ نئی دہلی میں مسلمانوں کی عام آبادی نہیں ہے۔ نماز ہو بھی تو کون آئے اس پر حضرت والا نے فرمایا تھا کہ نہیں اگر نماز ہو تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جو ضرور آئیں گے۔

مزید غور و فکر کے بعد یہی مناسب معلوم ہوا کہ آنمحترم کے ایماء و ہدایت کے مطابق جامع مسجد نئی دہلی میں یہ سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ چنانچہ عید الفطر قریب ہے اور دلی آرزو یہ ہے کہ آنمحترم ہی کے ہاتھوں اس مبارک سلسلے کا افتتاح ہو، اگر ہم سب کو عید الفطر میں اقتدا کا موقع بخشیں تو زہے نصیب و سعادت دہلی کے مسلمانوں کی ایک دیرینہ آرزو کی تکمیل ہو، خود حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آنوالہ کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے ہمت نہیں ہوئی، اس مبارک سلسلے کے افتتاح کیلئے چند کلمات خیر سے بھی شاد کام فرمائیں۔

جواب سامی کا منتظر

احقر محمد ادریس غفرلہ امام جامع مسجد نئی دہلی نزد پارلیمنٹ ہاؤس

جواب

۲۹ ر اپریل ۱۹۵۶ء

صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی عیدین کی نمازیں

نہ ہوں ۔ لوگوں کو جامع مسجد یا عیدگاہ میں نماز پڑھنی چاہئے ۔ آپ مسجد ہذا میں نماز عید کا اہتمام نہ کریں ۔



۱۹ر مارچ ۱۹۵۶ء

بخدمت شریف جناب مولانا ابوالکلام آزاد اسلام علیکم

بعد سلام کے واضح ہو کے آپ ہمارے ایک سوال کا جواب دیں ۔

سوال ۔ انسان مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوگا یا نہیں نیز اسے اپنے اعمال کا جواب خدا کو دینا پڑے گا یا نہیں آپ مہربانی فرما کر فوری طور پر اس سوال کا جواب دیں ، آپ کی عین نوازش ہوگی ۔ فقط سلام

مرسلہ محمد حسین

میر پورہ روڈ مستری ٹین ساز محمد حسین دوکان نمبر ۱۶ چھوٹی دوکان میرپور خاص سندھ

جواب

مسلمان کا جزو ایمان یہی ہے کہ مرنے کے بعد ہر شخص پیدا کیا جائے گا اور حساب ہوگا ۔



۲ر مئی ۱۹۵۶ء

مخدوم و محترم حضرت مولانا صاحب قبلہ

ایک علیحدہ پیکٹ میں Life & times of shaikh Farid.u.d din

Ganj-i-Shakar ارسال خدمت کرنے کی جرأت کر رہا ہوں ۔ آں قبلہ کا اس کو

ملاحظہ فرمانا میرے لئے عزت اور سعادت کا باعث ہوگا۔ مشہور ہے کہ جب سہیل چمکتا ہے تو اس کی ضو سے بدرنگ اور کم بہا ادیم رنگین اور بیش قیمت ہو جاتا ہے، اسی طرح کیا عجب کہ آپ کی نظر کیمیا اثر سے دیدہ وروں کی نگاہ میں میری اس متاع کم ارز کی قدر و قیمت بھی بڑھ جائے۔

خاکسار خلیق احمد

نفیس منزل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جواب

مسلم صوفی کے کیا معنیٰ! جو بھی صوفی ہوگا وہ مسلم ہوگا۔ اگر مسلم کے معنیٰ خدا کے مطیع ہونے کے ہیں۔ تو سب مومن باللہ ہیں۔ اسلام کے خدا کا دوسرے خداؤں سے کیا "فصل" ہے۔



یکم مارچ ۱۹۵۵ء

گرامی جناب مولانا صاحب اسلام علیکم

مسئلہ مذکور ہماری نواحی آبادی میں بڑی گڑبڑ کا باعث بنا ہوا ہے۔ جہلا اور بے علم لوگوں کی کثرت ہے۔ بدیں وجہ فریقین ہمہ وقت ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں اور اشتعال انگیز باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ مسئلہ بجائے سلجھنے کے الجھتا جا رہا ہے۔ اور حالات بگڑتے جا رہے ہیں۔ بمشکل تمام چند سمجھدار لوگوں نے اس بات پر راضی کر پایا ہے کہ علماء کو لکھیں اور ان کے جواب آنے تک خاموش رہیں۔ چونکہ یہاں پر کچھ لوگ آپ سے بھی عقیدت رکھتے ہیں، اسلئے اور ضروری ہو گیا ہے کہ آپ اس

مسئلہ پر شرعی روشنی ڈالیں نہایت مشکور ہوں گا۔

احقر محمد حسن اکاؤنٹنٹ

النور کمرشل کارپوریشن نمبر ۳ موتن بلڈنگ بندر روڈ

بولٹن مارکیٹ۔ متصل نیو میمن مسجد کراچی (پاکستان)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ۔

ایک شخص نے ۲۲ رجب المرجب کو پوریاں کیں۔ اس سے پوچھا گیا کہ پوریاں منت کی ہیں۔ جواب ملا منت کی نہیں ہیں۔ میں اسی تاریخ کو ہمیشہ فاتحہ دلایا کرتا ہوں، اس سے پہلے بڑے بوڑھے بھی یہ فاتحہ دلایا کرتے تھے۔ مجھے نہیں معلوم وہ منت کی تھی یا نہیں۔ لہٰذا ایسی پوریوں کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ مزید کونڈوں اور منت کی فاتحہ کیلئے شرعی حکم کیا ہے۔

جواب

شریعت میں اس طرح کی باتوں کی کوئی اصلیت نہیں۔ یہ محض ایک رسمی چیز ہے۔ لیکن یہ کہنا شدت سے خالی نہ ہو گا کہ اس کا کھانا حرام ہے۔ البتہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس قسم کی رسمی چیزوں کی ہمت افزائی نہ کی جائے۔ اور شرکت سے اس میں احتراز کیا جائے۔



۴ دسمبر ۱۹۵۴ء

محترم مولانا صاحب سلام رحمت

چند ماہ کی مدت گذری کہ میں نے ایک خط آپ کی خدمت میں ارسال کیا

تھا۔ کچھ مذہبی باتیں ہیں جو دریافت طلب ہیں اور اسی لحاظ سے آپ کو تکلیف دی تھی۔ جواب جب نہ دیا تو خیال گذرا کہ شائد آپ کی مشغولیت باعثِ تاخیر جواب ہو حسن عقیدت کی بنا پر ان مسائل کا جواب آپ ہی سے چاہتا ہوں۔ ورنہ یوں تو اس کا جواب اور عملقوں سے بھی مل سکتا ہے۔

ع۱ کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے کہ مسلم قوم خواہ وہ عہد رسالت کی ہو یا کسی عہد کی عہد کی حتی کہ عہد رسالت سے آجتک غیر مسلم اقوام کے مقابلہ میں ہمیشہ غریب رہی، اور ہے، لھذا اگر یہ بات درست ہے تو پھر اس کی وجہ کیا ہوئی اور مذہب اسلام نے اس کمزوری کو کس حد تک دور کیا۔ یا وہ خود اس کا معاون رہا۔

ع۲ جب ایک مسلمان خواہ متقی ہو خواہ گناہگار اس دار فانی سے گذر جاتا ہے تو اس کی روح کا تعلق اپنے عزیز واقارب ملک وملت ان کے رنج وخوشی رہتا ہے کہ نہیں۔ اور اگر کوئی تعلق رہتا ہے تو وہ کس قسم کا۔

اس کا جواب قرآن حدیث کی روشنی میں چاہتا ہوں۔ بلاشبہ آپ کے پاس وقت کم ہے۔ لیکن مجھے امید ہے کہ آپ ان مسائل کے جواب سے مجھے محروم نہ کریں گے

نجات کا طالب

اکرام الحق خاں وکیل پٹھان ٹولی سہسرام

جواب

ع۱ کہیں بھی قرآن نے دعویٰ نہیں کیا کہ مسلمان کتنی ہی غفلت، جہالت و بے عملی میں مبتلا ہو جائیں۔ مگر وہ غیر مسلم پر غالب رہیں گے۔ غلبہ و مغلوبیت کے قدرتی اسباب و علل ہیں۔ اور وہ مسلمانوں اور غیر مسلموں سب پر اثر انداز ہیں۔

۲ اس بارے میں (روح کے تعلق بعد الموت کے بارے میں، شریعت نے کوئی روشنی ہمیں نہیں دی۔



۹۔ ستمبر ۱۹۵۵ء

پیر و مرشد رہبر دین امام الہند محترم جناب مولانا صاحب۔ دام ظلکم

مودبانہ گذارش ہے کہ میرے گاؤں میں ہر سال جلسہ میلاد النبی ہوتا ہے۔ اور یہ تبلیغی ہے اور اس کا مقصد تبلیغ اسلام سے ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ تبلیغ اسلام، بہت ضروری اور اہم کام ہے۔ جو آج تیرہ سو سال سے ہوتا چلا آرہا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جلسہ میں نمود و نمائش کہاں تک روا ہے۔ اور اس کے لئے زیادہ روپیہ کا صرفہ کہاں تک جائز ہے۔ جبکہ اس گاؤں میں نوے فیصدی کو مشکل سے ایک وقت ہی کھانا ملتا ہو گا۔ اس میں بھی بہت لوگ دونوں وقت کے محتاج ہوں گے۔ گذشتہ سال اسی قسم کے جلسہ پر سات سو روپیہ خرچ کیا گیا، اور تین روز کی اجرت سب سے مانگی گئی، لوگوں نے مذہب کے نام پر اجر و ثواب کا خیال کر کے چندہ دیا، جو شاہانہ اس کی سجاوٹ اور باہری مہمانوں کی خاطر داری پر خرچ کر دیا گیا۔ سامعین کو شرینی بھی نہیں ملی۔ کیا اس قسم کا خرچ جائز ہے کہ مجرب و مرغن غذائیں کھائی جائیں، اور اسی کے آس پاس لوگ فاقے کھینچتے۔ اراکین جلسہ اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ کون کس حالت میں ہے، اور چندہ کے لئے سر پر سوار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ بھی مزدور نہ کی تین روز کی مزدوری لئے پر ہی خوش ہوتے ہیں۔ لوگ سماج کے ڈر سے، خدا اور رسول کے ڈر سے اپنی زندگی اور بچوں کی قسمت پر چندہ کی ادائیگی کرتے۔

ہیں میرا خیال ہے۔ اس قسم کا صرفہ اور اس طرح چندہ کی وصولی مناسب نہیں ہے۔ لیکن چونکہ معلومات کی کمی ہے۔ اسلئے جناب سے استدعا ہے کہ تفصیل کے ساتھ مجھے سمجھانے کی کوشش کریں۔ اور اس بندی کے خیالات کو صاف کردیں۔ تاکہ خیالات میں جو لغزش ہو اسے دور کیا جاسکے۔ اور صراطِ مستقیم سے بھٹکنا نہ پڑے۔ جلد جواب کے لئے منتظر۔

خادمہ

عطر النساء خانم۔ دختر احمد اللہ خاں اے۔ سی۔ ڈی او۔ سہجنواں ضلع گورکھ پور

جواب

اسلام نے صرف دو عیدیں قرار دی ہیں۔ شوال کی پہلی اور ذی الحجہ کی دسویں تیسری عید کوئی نہیں۔ اس لئے مولود کا جلسہ عید میلاد النبی کے نام سے کرنا ایک بے اصل عقیدہ کو پھیلانا ہے۔ یہ سمجھنا کہ اس طرح کے جلسے تبلیغ دین کا ذریعہ ہیں، صحیح نہیں ہے۔

زیادہ سے زیادہ یہ ایک ایسی تقریب ہے۔ کہ اگر بغیر اسراف کے کی جائے اور اس میں آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات سنائے جائیں۔ تو اسے ایک غیر شرعی۔ مگر مناسب طریقہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ چیز کہ اس میں حد سے زیادہ اہتمام و تکلف کرنا اور غریب آدمیوں کی روزی حاصل کرکے اسے کھانے پینے میں خرچ کرنا کسی طرح بھی مستحسن نہیں ہے۔ اگر اس طرح کا جلسہ کرنا ہو تو اس کے لئے مٹھائی اور کھانوں کا اہتمام کرنا کیوں ضروری سمجھا جائے۔ جس طرح وعظ کے جلسے ہوتے ہیں اسی طرح

اسے بھی ایک جلسہ تصور کیا جائے۔ بہرحال یہ یاد رکھئے کہ یہ کوئی شرعی عمل نہیں ہے۔ صدر اول میں اس طرح کے مولود کے جلسوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ چوتھی صدی ہجری سے بعض بادشاہوں نے اسے شروع کیا۔ اس کو ایک عام مستحسن فعل سمجھ کر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خرچ و اہتمام کی جو حالت آپ نے لکھی ہے وہ نہایت درجہ قابلِ اعتراض ہے اور اسراف بیجا میں داخل ہے۔



۳۱ رمارچ ۱۹۵۵ء

مکرمی و محترمی مولانا ابوالکلام آزاد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مندرجہ ذیل سطور بغرض جواب ارسال ہیں۔

بہاولپور میں دو توام لڑکیاں متحد الجسم ہیں۔ یعنی جس وقت وہ پیدا ہوئیں تو ان کے کندھے پہلو کولھے کی ہڈی تک آپس میں جڑے ہوئے تھے اور کسی طرح سے ان کو جدا نہ کیا جا سکتا تھا۔ اپنی پیدائش سے اب جوان ہونے تک وہ ایک ساتھ چلتی پھرتی ہیں۔ ان کو بھوک ایک ہی وقت لگتی ہے۔ پیشاب پاخانہ کی حاجت ایک ہی وقت میں ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو کوئی عارضہ لاحق ہو تو دوسری بھی اس مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان کا نکاح ایک فرد سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نیز اگر دونوں بہنوں کو ایک مرد کے نکاح میں دیدیا جائے تو ان کے لئے شرعی دلیل کیا ہے۔ مقامی علماء نے ایک مرد سے نکاح کی اجازت دیتے ہیں اور نہ دو سے ان دونوں کا ایک مرد سے نکاح اس آیت کی رو سے درست نہیں جسمیں

بتایا گیا ہے کہ دو حقیقی بہنیں بیک وقت ایک مرد کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ اور اگر بالفرض ان دونوں بہنوں کو ایک ہی شخص کے نکاح میں دیدیا جائے۔ اور درمیان میں کسی ایک کو طلاق دیدے تو دوسری کا کیا بنے گا۔ واضح رہے کہ ان دونوں بہنوں کا دو شخصوں کے ساتھ نکاح کر دینے کے بعد ذیل کی دشواریاں ایسی ہیں جن کے پیش نظر مقامی علماء نے سکوت اختیار کر لیا ہے۔ (۱) مثلاً اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ایک مرد اپنی منکوحہ یا مزد بیوی تک ہی اپنے صنفی تعلقات کو محدود کر سکے گا اور دوسری متحد الجسم عورت سے جو اس کے نکاح میں نہیں ہے کوئی تعرض نہ کریگا (۲) یہ دوسری عورت جو اپنی بہن سے متحد الجسم ہونے کے ساتھ متحد المزاج بھی ہے زوجی تعلقات کے وقت متاثر نہ ہوگی (۳) دو مردوں سے ایسا نکاح جس میں دونوں عورتیں (صنفی تعلقات کے وقت) متاثر ہوتی ہوں، ان کی حیا مجروح ہوتی ہو۔ ان میں رقیبانہ جذبات پیدا ہوتے ہوں۔ کیا نکاح کی اس روح کے منافی نہیں! جس بتایا گیا ہے۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً (الروم) وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا (اعراف) (۴) نکاح کا ایک بڑا مقصد افزائش نسل اور والدین اور مولود میں شفقت بھی ہے۔ دو مردوں کا یہ نکاح اس تعلق پر کلہاڑا چلاتا ہے اور بھی مفاسد ہیں۔ جن کے بیان کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ براہ کرم شریعت کی روشنی میں اس سوال کا حل کیجئے تاکہ یہ تذبذب دور ہو اور ان عورتوں کے والدین ان کا نکاح کر سکیں۔ اور اس فتنہ کا سدباب ہو جو ان کو جوان ہونے کی وجہ سے لاحق ہے

نوٹ۔ آپ کے جواب کا ہم ایک ماہ تک شدت سے انتظار کریں گے۔

محمد ایوب ناظم مکتبہ فلاح عالم ہارون آباد ریاست بہاولپور

جواب

۲۰/اپریل ۱۹۵۵ء

یہ تو ایک عجیب اور غیر معمولی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ چونکہ متحد الجسم ہے اسلئے اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں کہ ایک مرد کے نکاح میں دی جائے۔ ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ دونوں میں ایک کو بانجھ کر دیا جائے



۲۲/فروری ۱۹۵۵ء

حضرت مولٰنا محترم المقام دام ظلکم

بعد اسلام علیکم عرض خدمت یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک شرعی نزاع پھیلا ہوا ہے۔ اس نزاع کی اصلیت یہ ہے کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ایک صاحب برسر امامت ہیں اور جن کے متعلق یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ کو بیک وقت تین طلاق دی اور جس کی شہادت بہتیرے باوقار با اعتبار اشخاص سے ملتی ہے۔ اور حضرت پیش امام کا کہنا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی، بلکہ ایک طلاق دی اور پھر کبھی کہتے ہیں کہ دو طلاق دی۔ جب ان سے کوئی ثبوت یا کوئی شہادت طلب کی جاتی ہے تو اس کو پیش کرنے سے وہ قاصر رہتے ہیں اس واقعہ کی مدت تقریباً بیس اکیس سال کی ہو چکی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ پیش امام صاحب نے اسی مطلقہ زوجہ کو دوبارہ آخالیکہ اس کا حلالہ نہیں ہوا ہے اپنی زوجیت میں لے لیا ہے اور میاں بیوی کی طرح زندگی گذار رہے ہیں۔ ان حالتوں کے باوجود جبکہ اس معاملہ کا انکشاف پوری تصدیق و پوری شہادت کے ساتھ ہو چکا ہے

برسرامامت ہیں تو کیا ایسی صورت حال میں ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان کا امامت کرنا شریعت محمدیہ کے اصول سے جائز ہے یا نہیں۔

امید ہے اس کا جواب جلد عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے آپ کی نوازش ہوگی، باشندگان کانٹا ٹولی، رانچی آپ سے متمنی ہیں کہ اس کا جواب جلد عنایت فرمائیں گے۔

محمود عالم

معرفت گیراف مصطفےٰ منزل کانٹا ٹولی رانچی بہار

جواب

اس طرح کے معاملہ میں کوئی بات نہیں کی جاسکتی جب تک قضا کا معاملہ طے نہ ہو۔ اور عدالت تفتیش کے بعد فیصلہ نہ کرے۔ ایسی حالت میں ممکن نہیں کہ مولانا اس پر کوئی فیصلہ دے سکیں۔ اگر تین طلاقیں ایک مجلس میں اور ایک مرتبہ میں دی ہیں تو ان کا حکم ایک ہی طلاق کا ہوگا۔ وہ تین طلاقیں نہیں۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان یعنی تین، طلاقیں تین مہینوں میں ایک کے بعد ایک ہونی چاہئیں۔ ایک مرتبہ میں اگر ایک شخص کہدے کہ میں نے تین طلاق دیں تو تین طلاقیں واقع نہیں ہونگی ایک ہی طلاق ہوگی۔



۱۵، نومبر ۱۹۵۴ء

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلے میں۔

ہمارے شہر پالکوڑ میں کل آبادی چار ہزار گھر کے قریب ہے۔ جس میں مسلمانوں کے گھر ایک ہزار کے قریب ہیں پانچ مسجدیں ہیں تین مسجدوں میں پنجگانہ وجمعہ وعیدین برابر جاری ہے دو مسجدوں میں نہ منبر ہے نہ جمعہ وعیدین پڑھتے ہیں بلکہ جمعہ کے روز اذان دیکر ظہر پڑھتے ہیں۔ جمعہ پڑھنے والوں کو ملامت کرتے ہوئے جمعہ وعیدین فضول کرکے کہتے ہیں بلکہ جمعہ پڑھنے والوں کو نماز جمعہ سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نماز کے دلائل کو قطعی نہیں بلکہ وہ آیت ظنی ہے کر کے کہتے ہیں وہ دوسرا جمعہ کی فضیلت میں جو احادیث آئی ہوئی ہیں۔ ترک جمعہ پر جو وعید آئی ہے اس کے قائل نہیں ہیں یہ تکرار و بحث ایک زمانہ دراز سے چلی آرہی ہے ایک جماعت جمعہ وعیدین برابر ادا کرتی ہے۔ ایک جماعت جمعہ کو انکار کرتے ہوئے اذان دیکر ظہر پڑھتی ہے اس کا فیصلہ آپ کے ذمہ ہے۔ دوسرا ماہ ربیع الاول ۱۵ تاریخ کو ایک جلسہ میلاد النبی علیہ السلام کا منعقد کیا گیا ہے۔ جس میں علیٰ اعلان چند اشتہار کے ذریعہ جمعہ وعیدین فضول ہے تحریر کیا گیا تھا جس کے دیکھنے سے شہر کے مسلمانوں کو از حد تکلیف و پریشانی ہوئی گڑبڑ ہونے کا اندیشہ تھا خدا خیر کر دیا، ہماری سمجھ میں نہیں آتا مہربانی فرما کر اسکے لئے قرآن اور حدیث رسول سے ایسے لوگوں پر کیا حکم ہے مدلل بدلائل شرعیہ عنایت فرماویں۔ کھلے الفاظ میں ہماری سمجھ کے مطابق خوشخط روانہ فرماویں۔ دوسرا یہ شہر کے پورے اتفاق سے اور مسلمانوں کی آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک اعلیٰ پیمانہ پر درمیان شہر کے ایک مسجد عالیشان پختہ عمارت جس کو مسجد اعظم کے نام تیار کی گئی ہے۔ اس میں جمعہ نہیں پڑھنے والے جماعت منبر نہیں رکھنا کہکے کہتی ہے اور جماعت جمعہ پڑھنے والی ضرور منبر بنانے کی جدوجہد کر رہے ہیں اور مسجد میں منبر کیلئے نشان بھی کیا

گیا ہے۔

اگر جبکہ نماز جمعہ پڑھنے والی جماعت منبر بنانے کی غرض سے پورا انتظام کیا گیا ہے جھگڑا اور فساد کا اندیشہ ہے۔ برائے عند اللہ اس کا فیصلہ خدمت شریف میں ہے۔ جمعہ و عیدین فضول ہے منبر بننے نہیں دینے کیلئے لوتے ہیں ان لوگوں کے لئے خدا در سول کا شرعی حکم بیان کریں۔ زیادہ سلام علیکم بینوا و توجروا

پتہ عبدالماجد صاحب پیش امام جامع مسجد ادپہ محلہ پالکوڈ پوسٹ ضلع سیلم احاطہ مدراس

جواب

۱۲؍ نومبر ۱۹۵۵ء - یہ ان کا خیال غلط ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ اگر مسجد موجود ہے اور ایک ہزار آبادی مسلمانوں کی ہے اور جمعہ کا انتظام ہے تو کوئی وجہ نہیں جمعہ نہ کیا جائے۔



محترم معظم مولانا ابوالکلام آزاد صاحب اسلام علیک

آپ ماشاء اللہ وزیر تعلیم ہیں۔ فرائض وزارت سے فرصت کہاں لمحہ لمحہ بیش قیمت ہے، یہ دنیوی بہبودی کا کام ہے، آپ عالم بھی ہیں پیش امام بھی ہیں ہادی قوم بھی ہیں، آپ کا یہ بھی فرض ہے کہ بھٹکے ہوئے مومن کو گمراہ نہ ہونے دیں اسلئے مجھے امید قوی ہے باوجود مصروفیت عریضہ ہذا کا جواب براہ کرم ضرور دیں گے

میں بفضلہ مسلمان گھر میں پیدا ہوا میری ماں نے بولنا سکھایا تو نام اللہ سے پھر بتایا اللہ ایک ہے ذرا بڑھے تو دینیات اور قرآن پاک میں پڑھا لاالہ الا اللہ۔ رسول اللہ محمد مصطفی احمد مجتبی اور ان سے پہلے جتنے پیغمبر گذرے ان کی مشن تبلیغ یہی ہی تھی لاالہ الا اللہ - کوئی ڈاکٹر یوسف حسین حیدرآباد یونیورسٹی میں

پروفیسر ہیں۔ انہوں نے "روح اقبال" ایک کتاب عربی میں اردو لکھی ہے۔
اس کے صفحہ ۳۸۶ میں بسلسلہ بیان "زمان" حدیث شریف نقل کی ہے
"لا تسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ" اس نے میری مذہبی ذہنیت میں
تلاطم پیدا کر دیا۔ ڈر ہے ایمان میں لغزش نہ پیدا ہو جائے۔ یہ دوسرا اللہ
کہاں سے پیدا ہو گیا۔ یہ اللہ وہی ہے جس نے سات دن میں زمین آسمان و
دیگر مخلوق پیدا کی، قادر مطلق ہے، خالق علیم ہے، جس چیز کا ارادہ کرتا ہے
کہتا ہے ہو اور وہ ہو جاتی ہے، یا عیسائی عقیدہ کی طرح مسلمانوں کے بھی دو
خدا ہیں، ان کے اختیارات و حکومت بٹی ہوئی ہے؟ آپسمیں لڑتے کیوں
نہیں؟ کیا ہندوستان اور چین کا سا کوئی معاہدہ ان کے درمیان بھی ہے۔
اگر یہ حدیث مستند ہے تو وضاحت فرمایئے، رسول اللہ کا منشا کیا تھا
اس وقت کسی مسلمان نے رسول اللہ سے یہ سوالات نہیں کئے جو میں آپ سے
دریافت کر رہا ہوں۔ سوائے آپ کے کسی ملا سے تشفی نہ ہو گی اسلئے تکلیف
دیتا ہوں۔ اگر جناب نے جواب نہ دیا اور قیامت کے دن اللہ نے میرے اس شک
کی بابت سوال کیا۔ اور خدانخواستہ شرک کا الزام لگایا گیا تو صاف کہہ دونگا
میں نے مولانا ابو الکلام آزاد سے استدعا کی تھی کہ اس شک کو رفع کر دیں۔
انہوں نے وزارت کے کام کے پیچھے، اس شک کو مٹانے کی کوشش نہیں فرمائی
جبتک آپ کا جواب نہ آئے گا یہی الجھن رہے گی اور مخل عبادت ہو گی۔ ۷۰ سال
کی عمر ہے زیادہ انتظار کی مہلت نہیں ہے۔ بندہ ایک خدا
بشیر علی خان پنشنر ڈپٹی کلکٹر مہوبہ ضلع ہمیرپور

جواب

۲۰ ر نومبر ۱۹۵۴ء

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ زمانہ خدا ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ زمانے میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کی مشیت سے ہوتا ہے، لہٰذا اسے برا نہ کہو۔

○

۱۰ رمئی ۱۹۵۳ء

جناب مکرمی و معظمی مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ ذیل کے سوال کا جواب اپنی پہلی فرصت میں دیکر مشکور فرمائیں۔

سوال۔ کیا انجکشن روزے کی حالت میں لگوانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے امید ہے کہ آپ جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔

اصغر وزیر بیگ پی ۱۳/۵۱۲ اصغر مال راولپنڈی پاکستان

جواب

بیماری کی حالت میں شریعت نے رخصت دی ہے کہ روزہ نہ رکھا جائے اور پھر قضا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ انجکشن مرض ہی کی حالت میں دیا جاتا ہے۔ اگر ایک شخص روزے سے ہے اور ڈاکٹر اس کی صحت کیلئے ضروری سمجھے کہ انجکشن دیا جائے تو انجکشن لے سکتا ہے۔ اور پھر اسے قضا نہ کرنا چاہیئے۔

○

۱۴ راکتوبر ۱۹۵۴ء

محترم دام اقبالہ، مدظلہ، السلام علیکم

کیا احقر بطور فتویٰ ایک بات دریافت کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ اکثر مقامات پر حضور پرنور کے آثار شریف یعنی نشان قدم، بال مبارک، جبہ اقدس بہت ہی اہتمام سے ابھی تک موجود ہیں، شرعی نقطہ نظر سے (نعوذ باللہ) کیا یہ تبرکات حقیقت پر مبنی ہیں۔ آیا ان کی تعظیم و زیارت جائز ہے یا ناجائز از راہِ کرم شرعی فتویٰ سے آگاہ کریں تو باعث ممنون ہوں گا۔

پتہ۔ رفیق احمد بتوسط صیغہ دار صاحب عدالت فوجداری منصفی ویجاپور ضلع اورنگ آباد دکن

منتظر ناچیز رفیق احمد

جواب

تاریخی حیثیت سے کوئی ان کا ثبوت نہیں۔



۲۹ ر ستمبر ۱۹۵۳ء

مصدر بوارقِ معانی و مظہر شوارق فیض رسانی مجتہد اسلام شمس العلما فضیلت مآب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مدظلہ العالی وزیر تعلیم حکومت ہند

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عالی جناب فیض انتساب مدظلہ از بندۂ صادق الارادت بعد سلام و نیاز گذارش خدمت اینکہ ایک حدیث تحریر کرکے ارسال خدمت کرتا ہوں اسکے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ مطلع فرمائیں تو عین نوازش ہوگی۔ اور ناچیز پر بار احسان

رہیے گا۔ یہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کیمیائے سعادت عرف اکسیر ہدایت مترجمہ صفحہ ۲۱۵ پہ درج ہے۔

حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں جاکر ایک قبر پہ بیٹھے اور بہت روئے میں آپ کے پاس تھا عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ میری ماں کی قبر ہے۔ حق تعالیٰ سے میں نے اجازت چاہی کہ میں ان سے ملوں ان کی مغفرت چاہوں ملنے کی اجازت ملی دعا کی اجازت نہ دی محبت فرزندی نے دل میں جوش کیا اس سبب سے رونے لگا۔"

چند مقامی علماء سے دریافت کیا مگر سب اس بات پہ متفق نظر آئے کہ آنحضرت کے والدین ماجدین مشرکین سے تھے اسلئے مغفرت کی اجازت نہ ملی (نعوذ باللہ) کیا ایسے ہوسکتا ہے کہ ہمارے نبی آخر زماں کے والد و والدہ مومنین نہ تھے۔ اور ہمارے علما کو ہو کیا گیا کہ وہ بلا تحقیق جھٹ سے ایسا کہہ دیتے ہیں۔ خدا اور رسول کا خوف نہیں کرتے دریافت طلب امر یہ ہے کہ۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام و ائمہ دین اس شخص کے متعلق جو یہ کہے کہ آبا و اجداد رسول کریم مشرکین سے تھے اور مومنین نہ تھے"

مندرجہ بالا روایت نے مقامی مسلمانوں کے قصر ایمان کو متزلزل کر دیا ہے خدا را صحیح واقعہ اور آپ کے مومنین ہونے کے متعلق کسی کتاب کا حوالہ یا فتویٰ دیکر سفینۂ ایمان کو غرق ہونے سے بچایئے ہم جانتے ہیں کہ آپ عدیم الفرصت ہیں حکومت کے کاموں نے آپکو بیحد تھکا دیا ہے ہم امید کرتے ہیں جواب سے جلد از جلد سرفراز فرمایا جائیگا زیادہ والسلام۔ فقط گر قبول افتد زہے عزو شرف

سید معین الدین پیر چشتی نظامی نزد سبز مسجد ادیونی صوبہ آندھرا

جواب

اس بارے میں علماء کی مختلف رائیں ہیں، فقہ اکبر جو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے اس میں لکھا ہے "ماتا علی الکفر" ملا علی قاری نے اسکی شرح میں اس کی تائید کی ہے۔ لیکن جلال الدین سیوطی نے اثبات ایمان میں کئی رسالے لکھے ہیں۔

صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے اور کوئی نبی عرب میں مبعوث نہیں ہوا تھا۔ اسلئے فطرت کی حالت تھی اور خواتر میں صالح آدمی دین ابراہیمی پر عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ آنحضرت کے والدین کی نسبت ایسا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ بھی ایسے ہی لوگوں میں سے تھے۔

بہر حال اس مسئلہ میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے۔ مسلمانوں سے قیامت کے دن یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس بارے میں ان کا اعتقاد کیا ہے۔ اس بات کو اللہ کے حوالے کردینا چاہیئے اور کاوش نہیں کرنی چاہیئے۔



مکرم و معظم جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کی خدمت میں عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ پیش کرتا ہوں جس میں آئمہ علماء کا اختلاف ہے۔ سورہ فاتحہ کے متعلق آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔

قدرت نے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ حضرت مولانا کے پاس جاکر کیوں نہ اس مسئلہ کو معلوم کرلیتا۔ آپ اپنے دست مبارک سے اپنا ذرا سا قیمتی وقت مجھ گنہگار

کو تحریر کریں تاکہ آپ کی زیارت حاصل ہو۔ آپ کی قدمبوسی کر کے اپنا دل تازہ کروں ایک کارڈ بھی پیش خدمت ہے جس پر پتہ احقر کا تحریر ہے اس پر جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں
کمترین محمد تقی عفرلہ

جواب

اس میں صحیح مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن نمازوں میں قرأت جہری ہے ان میں خاموش رہے۔ لیکن جن نمازوں میں سری ہے اس میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ آہستہ پڑھنا چاہیئے۔ چونکہ سماعت بھی بمنزلہ قرأت کے ہے۔ اور نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی



۱۲ر فروری ۱۹۵۶ء

محترم حقیقی حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ عریضہ ایک نجی عریضہ ہے۔ جو محض اپنی عاقبت کی درستگی کیلئے لکھ رہا ہوں مجھے آپ کے کریمانہ اخلاق سے قوی امید ہے کہ آپ اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود دو حرفی جواب سے مطمئن فرمائیں گے۔

ضروری عرض یہ ہے کہ بسبب سیاسی اختلافات کے میرے قلب میں آپ کی وہ وقعت نہ رہی تھی۔ جو خلافت کے زمانہ میں تھی۔ آپ کی عدم موجودگی میں سنے سنائے الزامات کو لوگوں کے سامنے دہرایا کرتا تھا۔ اور آپ کی ذات پر رکیک الزامات لگایا کرتا تھا۔ جو گناہ عظیم ہے اور میرا خیال ہے کہ جب تک آپ مجھے معاف نہ فرمائیں گے۔ اللہ بھی معاف نہ فرمائے گا۔ اسلئے میں عنداللہ آپ سے معافی کی درخواست

کرتا ہوں اور خلافت کے دور میں جو کریمانہ اخلاق میں دیکھتا رہا ہوں اس کی بنا پر
پوری توقع رکھتا ہوں کہ مجھے معاف فرما کر میری موجودہ بےچینی کو دور فرما دیں گے اور
بڑے درجات کے مستحق ہوں گے۔ سلام

آثم حکیم محمد اسحاق حقانی اے ایم کراچی پاکستان

نوٹ۔ میں آجکل آپ کی تفسیر دیکھ رہا ہوں۔ سورہ فاتحہ کو مکرر پڑھ رہا ہوں۔
اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جس نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ والسلام



جواب

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین



۱۹ را پریل سنہ ۱۹۵۲ء

بگوئے یار قدم اولاً نہم اے دوست ٭ ز اضطراب قدم میرود عنیں دیتاں

بخدمت قبلہ حضرت مولانا صاحب لازالت انوار علومکم ساطعۃ وجزاکم اللہ عنا وعن
اخوان من جمیعاً۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد عقیدت کے بعد گذارش یہ ہے کہ طلاق مکرہ کے سلسلہ میں جناب کی ذاتی
رائے اور بعض تحقیقی حوالہ جات کی تحریر کی جناب کو تکلیف دینا چاہتا ہوں امید ہے کہ
یہ امید نہ کیا جائے گا۔ ع۔ شاہا چہ شود کم جو نوازی تو گدا را

نیز اس حدیث کی حقیقت باعتبار ثبوت و استخراج معہ حوالہ تحریر فرمائیں جو
فتح القدیر میں بایں الفاظ منقول ہے۔ روی محمد باسنادہ عن صفوان بن عمرو
الطائی ان امرأۃ کانت تبغض زوجھا فوجدتہ نائماً فاخذت شفرۃ وجلست

علیٰ صدرہ ثم حرکتہ وقالت: لتطلقنی ثلاثاً و الا ذبحتک فناشدھا اللہ فابت فطلقہا ثلاثاً ثم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألہ عن ذالک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قیلولۃ فی الطلاق

اور اس اثر کے متعلق بھی اپنی رائے عالیہ سے نوازیں جو مندرجہ حدیث کے بعد فتح القدیر میں ہے۔

ایضاً روی قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اربع مبہمات مقفلات لیس فیہن رد النکاح والطلاق والعتاق والصدقہ۔

جناب کی مصروفیات کا اس خادم کو پورا پورا احساس ہے۔ مگر فرمایئے رجوع کس کی طرف کریں۔

ترجمان القرآن جلد ۳ اور تفسیر البیان کی شدید ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اور انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی ہیں کیا کوئی تازہ نوید ہے؟ ع

"بلبلا مژدۂ بہار بیار۔" فقط السلام علیکم ایہا الامام اولاً و آخراً

العبد الضعیف عبد الحلیم غفرلہ

معرفت اخوان اسٹور نزد اچھی قبر بولٹن مارکیٹ کراچی ۲ پاکستان

جواب

صحیح مسلک یہی معلوم ہوتا ہے کہ طلاق مکرہ نافذ نہیں ہوتی۔ امام مالک کو اس سلسلے میں جو ابتلا پیش آئی تھی وہ معلوم ہے۔ اس وقت فرصت نہیں کہ فتح القدیر کی طرف رجوع کر دوں۔ اگر یہ روایت متن کی ہے یعنی ہدایہ کی ہے تو نصب الرایہ میں اس کی سند ڈھونڈھیئے۔ نصب الرایہ اور درایہ دونوں چھپ گئی ہیں۔



۲۵ ستمبر

قبلہ مولانا محترم! السلام علیکم

شرعی نزاع کے سلسلے میں ایک مسئلہ دریافت طلب ہے۔ امید ہے آپ جواب سے بہت جلد سرفراز فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں گے، دو آنے کا ٹکٹ بھی ارسال خدمت ہے...

سوال ۱ ایک لڑکی کی شادی ہوئے کچھ عرصہ ہو گیا۔ وہ اپنی سسرال نہیں جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے خاوند کو جذام کا سخت ترین عارضہ ہو گیا ہے۔ اسلئے وہ اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے۔ اس سلسلے میں اس نے موجودہ حکومت کی عدالت میں اس مقدمہ کو رکھا۔ موجودہ حکومت نے فیصلہ دیا کہ لڑکی اپنے خاوند کے یہاں نہیں جا سکتی ہے۔ جس کی وجہ فیصلے میں یہ بتائی گئی ہے کہ چونکہ خاوند کو جیسا کہ ڈاکٹری فن کے ماہرین کی رائے ہے اور یہ رائے عدالتی توسط سے معلوم کی گئی ہے جذام کا شدید ترین عارضہ ہے۔ عدالت کے فیصلے میں دوسری وجہ فسخ نکاح کے سلسلے میں یہ بتائی گئی ہے کہ لڑکی کو ۱۹۲۹ء کے خلع بل کی رو سے یہ مجاز ہے کہ چونکہ خاوند کو جذام کا شدید ترین عارضہ ہو گیا ہے اپنا نکاح خاوند سے فسخ کرالے۔ اسلئے ان سب نظریوں کے تحت (ماہرین فن اور وکلاء کی بحث خلع بل کے نقطۂ نظر سے) عدالت یہ فیصلہ دیتی ہے کہ لڑکی اپنے شوہر کے یہاں نہیں جا سکتی۔ اور اس لئے اس کا نکاح فسخ کر دیا جاتا ہے۔

اس سلسلے میں اب پوچھنا یہ ہے کہ عدالت کا یہ فیصلہ صحیح ہے یا نہیں یا اس فیصلے کے مطابق اس کا نکاح فسخ ہوا یا نہیں جواب سے جلد سرفراز فرمائیں آپ کا عین کرم ہوگا۔

پتہ محمد عاشق الٰہی کیر آف خطیب الدین احمد لیک روڈ تواری محلہ رانچی

جواب

جو صورت آپ نے بیان کی ہے کہ ڈاکٹر کی تصدیق پہ عدالت نے تفریق کا فیصلہ کیا یہ ٹھیک ہے اور قابل عمل ہے۔



۲۷ر نومبر ۱۹۵۲ء

گرامی دعالی جاہ سلمہ اللہ العزیز الرحمٰن السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج عالی حضور کی تصنیف تفسیر شریف "ترجمان القرآن" کی دو جلدیں ہمارے پاس ہیں اور اکثر زیر مطالعہ رہتی ہیں۔ چونکہ بعض جگہیں ایسی ہیں، جن کے سمجھنے کیلئے آپ سے استفسارات ضروری ہوتا ہے، لیکن کوئی نہ کوئی چیز حائل ہو ہی جاتی ہے۔ لہٰذا ہمت کرکے اس مرتبہ جناب کی خدمت میں یہ عریضہ ناقص اور استفسار عرض کرنے کی جسارت ہوئی، اگر آپ فی سبیل اللہ وقت نکال سکے اور آئندہ کیلئے بھی وعدہ فرمایا تو انشاء اللہ صرف چند آیتوں کے متعلق پھر عرض کروں گا تاکہ سمجھ میں آجاوے، اگر وقت نہ ہو اور وعدہ نہ فرما سکے تو پھر تفسیر ابن کثیر سے استفادہ کیا جاوے گا۔ بہر حال ان دو جلدوں کے علاوہ اور جلدیں مکمل فرمائیں یا ہو سکیں گی اگر ہاں تو ہم کس سے منگوائیں تاکہ کلام اللہ شریف کی مکمل تفسیر دیکھ سکیں۔ ع۲ پارہ لن تنالو قولہ تعالیٰ وربائبکم التی فی حجورکم

من نسائکم التی دخلتم بھن الخ کی تفسیر میں جناب نے واضح فرمایا
کہ تمہاری بیویوں کی پچھلی اولاد جو تمہاری گودوں میں (پرورش) پاتی ہیں یعنی
اگرچہ تمہاری نسل سے نہیں ہیں، لیکن جب ان کی ماؤں سے تم نے نکاح کر لیا تو اسکی
سابقہ اولاد بھی تمہاری ہی اولاد جیسی ہو گئی، البتہ یہ ضرور ہے کہ (عقد نکاح کے بعد)
زنا شوئی کا تعلق بھی ہو گیا ہو وغیرہ، یہ تو بزبان جناب اللہ جل شانہ نے واضح
فرما دیا کہ کوئی مرد مندرجہ بالا رشتہ از روئے قرآن حکیم نہیں کر سکتا، لیکن اب صرف
زنا ہوا ہو نکاح نہ ہوا ہو تو وہ کس حکم میں آئے گا۔ آیا زنا سے نکاح لازم ہو گیا یا غیر
شرعی فعل ہونے کے باعث صرف گناہ اور محض گناہ ہی رہا براہ کرم ایسی جواب
سے نوازیئے، بے چین و منتظر ہونگے تاکہ ہم کسی فیصلہ پر پہنچ سکیں مزید برآں اگر جناب
زنا کو بھی نکاح کی جاء میں تصور فرما دیں تو کیا خیال ہے اس حدیث کے متعلق۔ قال قال
رسول اللہ صلعم وھو یحرم الحرام الحلال براے کرم و فی سبیل اللہ
وقت نکال کر مفصل آگاہ فرما دیں ممنون و متشکر ہوں گا اور ہاں جبکہ زنا کے وقت
لڑکی کی عمر ۱۲ یا ۱۳ برس کی ہو وہ ان گود والیوں میں شمار ہو گی یا اس کا کوئی اور
حساب ہو گا۔ ایک اندھے کی رہبری فرماتے ہوئے عند اللہ ماجور ہوں والسلام علیکم جواب
کا بے صبری سے انتظار ہو گا۔ اگر تیرہ پاروں کی بقایا تفسیر تصنیف فرمائی ہو تو ضرور بتلا
دیں پانچ سال سے ہم قریباً پاک و ہند کے تمام پریسوں کو لکھ چکے کوئی بھی نہیں مانتا۔
احقر العباد لاشی مولوی غلام سرور پروپرائٹر صوفی کتب خانہ اینڈ ایجنسی
نوشکی ضلع بلوچستان (پاک) جواب کیلئے جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔ صرف
جواب لکھنا ہے۔

جواب

اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ کسی ایسی لڑکی سے نکاح کیا گیا تو وہ نکاح باطل ہے، وہ زنا سمجھا جائے گا۔ بلکہ اس سے بھی اشد۔



۱۹ر دسمبر ۱۹۵۲ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرح متین اس بارے میں کہ مسجد کی کسی ملکیت کو مسجد کے متولی صاحبان فروخت یا رہن رکھ سکتے ہیں یا نہیں اور ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اور یا متولی اپنے کسی قریب کے عزیز کو مسجد کا مکان یا کوئی مال استعمال کرنے کو دے سکتے ہیں، یا مسجد کے مکان وغیرہ کا کرایہ مسجد کے سوائے کسی دوسرے کام میں لگا سکتے ہیں جیسے مدرسہ وغیرہ میں مسجد کا پیسہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ امید ہے کہ بہت جلد مفصل جواب مع مہر کے اور کتابی حوالے کے دیں گے۔ جواب انگریزی میں ہونا چاہیئے کیونکہ مقدمہ سرکاری کورٹ میں چل رہا ہے۔ اسلئے جواب تین کاپی انگریزی میں عنایت فرمائیے۔ فقط۔

راقم متولی مسجد بوروا ڈپٹلاد ضلع کھیڑا علی جی بھائی یوسف بھائی۔

جواب

۲۰ر دسمبر ۱۹۵۲ء

کسی وقف کی آمدنی اس مقصد کے علاوہ جس مقصد کیلئے کیا گیا ہے۔ خرچ نہیں کی جا سکتی، کسی متولی کو جائز نہیں ہے کہ جائداد موقوفہ کو فروخت کرے ہاں اگر خود اس جائداد کی ترقی یا درستی کیلئے روپے کی ضرورت ہو تو عدالت کی اجازت

لیکر متولی ایسا کر سکتا ہے، عدالت کو اس بارے میں اطمینان کر لینا ہوگا کہ جو قرض لیا جاتا ہے وہ ایک مدت میں ادا ہو جائے گا اور جائداد کی حیثیت بڑھ گئی ہے۔

اگر مسجد کی ضرورت سے آمدنی زیادہ ہوتی ہے۔ تو وہ مدرسہ پر خرچ کی جا سکتی ہے۔ دراصل مساجد کا ایک استعمال مدرسہ بھی ہے۔



۳ / مارچ ۱۹۵۶ء

عورت کا نام ...... مسماۃ برکت

خاوند کا نام ...... غلام نبی خاں

لڑکے کا نام ...... غیاث الدین خاں

مجمع البرکات جناب حضرت فضیلت مآب محترمی مولانا صاحب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ایک سوال درپیش ہے رہنمائی فرمایئے پہلے بھوپال ٹونک میں شریعت کا محکمہ تھا۔ وہاں سے ایسے سوالات حل ہو جاتے تھے، مگر اب یہ محکمے نہیں رہے اس لئے آپ کو تکلیف دینے کی جرأت کر رہا ہوں۔

مسماۃ برکت کو اس کے خاوند غلام نبی نے عرصہ بیس سال کا ہوا، جب طلاق دی طلاق کے وقت عورت نے حاملہ ہونے کا اعلان کیا۔ اس وقت تو غلام نبی خاں نے کچھ بھی لغت نہیں کی طلاق سے دو سال کے اندر لڑکا غیاث الدین خاں پیدا ہوا۔ عورت ابھی تک بیوہ ہے، اس نے لڑکا پیدا ہونے پر برادری میں نان و نفقہ کی فریاد کی اس وقت غلام نبی خاں نے اس لڑکے کے اپنے نطفہ سے ہونے سے انکار کر دیا۔ لیکن لڑکا پیدا ہونے

کے ۲، ۳ سال بعد سے تاہنوز اس بات کا اقراری ہے کہ یہ لڑکا غیاث الدین میرے ہی نطفہ سے ہے۔

اب اس لڑکے کی شادی کا سوال درپیش ہے۔ برادری والے کہتے ہیں کہ جب پہلے غلام نبی خاں نے غیاث الدین کو اپنے نطفہ سے نہیں بتلایا، اور اب اقراری ہے۔ تو بروئے قانون شرع یہ لڑکا حرامی مانا جائے گا یا حلالی؟

جواب باثواب سے مطلع جلد فرمایا جاوے۔ ۲ر آنے کا ٹکٹ واسطے جواب ارسال خدمت عالی ہے۔

خادم قوم قاضی علی نور خاں قصبہ چھیپا بڑود ڈسٹرکٹ کوٹہ راجستھان

جواب

۱۱ر مارچ ۱۹۵۶ء

اگر غلام نبی مقر ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے تو لڑکا اسی کا مانا جائے گا، اصل شرع میں نسل کا اثبات ہے۔ انکار نہیں ہے۔

O

۹ر مارچ ۱۹۵۶ء

مخدومی و مولائی حضرت امام الہند۔ مدظلہ العالی ہدیہ سلام

حضور کا حافظہ تو اس پوری دنیا میں بے مثال ہے۔ حضور نے اس خادم کو فراموش نہیں کیا ہوگا؟ میں پرستاران آزاد میں ہوں۔ اگر شریعت اجازت دیتی تو میں حضور کو نبی بھی کہتا، اور پہلے ایمان لانے والوں میں ہوتا۔

میں وہی ہوں جس کو حضور نے ۱۹۵۲ء میں بہار کا نسل کیلئے چنا تھا، مگر

حضور کے حکم کے مطابق میں چونکہ کسی گروپ میں نہیں تھا، اسلئے بہار کے لوگوں نے میرا نام چھوڑ دیا، اور حضور نے اتنا خیال رکھا کہ بعد میں پھر ڈاکٹر سید محمود صاحب سے میرے متعلق خاص طور پہ استفسار فرمایا۔

بہر حال اس عریضہ کی غرض دوسری ہے جو منسلکہ کاغذ سے معلوم ہوگی ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے۔ اور اس کے گھر سے ہزاروں روپے برآمد ہوئے ہیں، اب دو دعویٰ کرنے والے ہیں، شہر کے لوگوں نے متفقہ طور پر میرے فیصلے پہ بات رکھدی ہے۔ اور میرا ذہن کام نہیں کرتا ہے، حضور کی رہنمائی کا منتظر ہوں براہ کرم حضور ہی راہ بتا سکتے ہیں، میں کیا کروں؟ دو کلمہ لکھ کر بھیجدیں، میں صرف اپنی تشفی چاہتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کو افشا نہیں کروں گا۔ خدا کرے آپ کا سایہ ہملوگوں کے سر پہ ابھی سینکڑوں سال باقی رہے۔ والسلام

خادم و پرستار آزاد عبد العلیم آسی پرانی منصفی دربھنگا۔

زید تقریباً بیس سال سے عمرو کی دوکان میں ملازم رہا۔ کوئی مشاہرہ طے نہیں تھا۔ بلکہ صرف طعام و قیام و کپڑے پہ نوکر رکھا گیا تھا۔ زید چونکہ ایماندار آدمی تھا۔ اسلئے عمرو نے پوری دوکان اس پر سونپ دی تھی، کچھ دن ہوئے زید کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے گھر سے اچھی بڑی رقم برآمد ہوئی، اب زید کا لڑکا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ روپے اس کو ملنے چاہئیں، اور عمرو کہتا ہے کہ وہ روپے عمرو کے ہیں، زید متفقہ طور پہ ایک غریب اور نادار شخص تھا۔ لیکن یہ بھی شبہ نہیں ہے کہ وہ روپے اس کے دوسری مد کے ذاتی روپے ہوں، پس روپے اب کس ملنے چاہئیں؟ عمرو کو یا زید کے لڑکے کو؟ بینوا توجروا

جواب

۱۸ ر مارچ ۱۹۵۶ء

محض ادعا کافی نہیں ہے، جبتک کہ ثبوت نہ ہو، یہ بات کہ عمرو غریب تھا، اسکے لئے کافی نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حقیقی اصلیت کیا تھی، عمرو کے لڑکے کو ثبوت پیش کرنا چاہیئے کہ زید نے دوکان کی آمدنی سے یہ روپیہ جمع کیا ہے۔ اگر ثبوت نہیں دے سکتا تو شک کی بنا پر یہ رقم عمرو کے لڑکے کی نہیں۔



۱۷ ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

مخدومی اجمل صاحب تسلیم

مزاج گرامی؟ اس سے قبل ایک خط انگریزی میں مولانا آزاد کی خدمت میں ان کے عہدے کے لحاظ سے روانہ کر چکا ہوں، جس میں مولانا سے یہ درخواست کی گئی ہے۔ کہ ۱۲ ر ربیع الاوّل ۷۵ھ کو عید میلاد کی جو تقریب لکھنؤ میں منعقد ہو رہی ہے شرکت فرمائیں اور اپنا کوئی پیغام بھی ارسال کریں۔ مگر کوئی جواب موصول نہیں ہوا، اس تقریب کے سلسلہ میں تمام ممالک اسلامیہ اور دوسرے شعراء ممالک غیر کو دعوت نامہ روانہ کیا ہے، انکے جوابات بھی موصول ہو رہے ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی صاحب شریک بھی ہوں، مگر یہاں لوگ دریافت کرتے ہیں کہ ساری دنیا آرہی ہے! مگر کیا مولانا آزاد بھی تشریف لائیں گے، میں ان کو کیا جواب دوں لوگوں کی خواہش اور آرزو کی نمائندگی آپکی وساطت سے کر رہا ہوں اور یہ دعا بھی کہ خدا ان کے دل میں یہ جذبہ توفیق پیدا کرے، اور وہ ہملوگوں کی درخواست

قبول کریں لکھنؤ آنے میں صرف ایک دن ضائع ہو سکتا ہے اور یہاں لوگوں کی دیرینہ تمنائیں پوری ہو سکتی ہیں کیا آپ براہ کرم یہ درخواست پیش کردیں گے۔

آپکا نیازکیش ابن سلولوی جنرل سکریٹری انجمن فردوس ادب لکھنؤ۔

جواب

۲۲ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں۔ اسے یوم میلاد النبی کہئے۔



۴ر نومبر ۱۹۵۵ء

حضرت سید المحترم، ذی المجد و الکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش خدمت شریف میں یہ ہے کہ خادم جناب سے نیاز حاصل کرکے پوری تسلی نہ ہو سکی بایں وجہ آپ کی عدیم الفرصتی کو دیکھ کر میری جرأت تفصیلی گفتگو کی نہ ہو سکی، تاہم خادم بہت مشکور ہے کہ جناب والا نے میری التجا کو بغور سنا حسب الحکم میں اپنے مختصر حالات حضور کے سامنے پیش کرتا ہوں، اور حضور کی بزرگانہ مخلصانہ شفقت سے یہ امید رکھتا ہوں کہ جناب میری پوری رہنمائی فرما کر منزل مقصود تک پہنچائیں گے، چونکہ میں بہت شکستہ دل اور شکستہ حال ہوں، میں تقریباً اٹھارہ ۱۸ سال سے طرح طرح کی بلا و مصیبت میں گرفتار ہوں۔ اور اب اس درجہ پر آگیا ہوں کہ میری ساری دنیا تباہ و برباد ہو چکی ہے، اور تنگدستی کا یہ عالم ہے کہ فاقہ کشی پر نوبت ہے میں گورنمنٹ کنٹریکٹر بلڈنگ ورک تھا، اب کل کاروبار ختم ہے، اور جو پیسہ باقی بچا تھا وہ سب قید دفتروں میں ہو گیا ہے، اور مجھ کو نہیں ملتا معاش کا کوئی ذریعہ

نہیں ہے قرض پر خورد و نوش چل رہا ہے جسکی وجہ سے تقریباً پندرہ ہزار روپیہ قرض ہو گیا ہے، میرے بچے ہیں جو زیر تعلیم ہیں اور ان کا بار بھی میرے ذمہ ہے۔ مجھ کو درویشوں کی صحبت میں بلا کسی مقصد کے بیٹھنے کا شوق ہے، جس کے نتیجہ میں میرا یہ حال ہوا ہے اب میں نے مجبور ہو کر تقریباً ڈیڑھ ماہ سے ایک وظیفہ پڑھا اور اپنے کل معاملات رب العزت کے سامنے رکھے، اور اسی سے مدد مانگی ہے اور یہ دعا کی ہے کہ جس جگہ میرا شیخ ہے اور میرا حصہ ہے اللہ پاک وہاں مجھے پہنچا دے، اس کے نتیجہ میں حضور کی تصویر میرے سامنے آتی ہے، اس وجہ سے مجھے یقین ہے کہ میرا حصہ حضور کے یہاں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور میرا حصہ حضور کے یہاں ہے تو مجھ کو اپنے قدموں میں لے لیجئے گا، ورنہ جیسا حکم ہو میری طلب یہ ہیں ۱ دنیا سے استغناء ۲ شاہی زندگی بسر کرنا ۳ حقوق العباد سے سبکدوشی ۴ طلب مولا، محبوبیت کی شان میں، چونکہ میں نازک مزاج ہوں اسلئے مجھ سے تھوڑی تکلیف بھی برداشت نہیں ہوتی، اب کچھ عرصہ سے یہ بھی میرا عالم ہے کہ سینہ میں کبھی کبھی آگ پیدا ہوتی ہے۔ جس سے میں بے چین ہو جاتا ہوں اور اس کو برداشت نہیں کر سکتا حضور نے جو فرمایا تھا کہ اکل حلال کا کھانا اور رب العزت کی عبادت رجوع قلب سے کرنا، میں اس کے کرنے سے بھی قاصر ہوں، بعض وقت میری یہ حالت ہوتی ہے کہ نماز بھی چھوڑ دیتا ہوں۔ اب میں اپنی موجودہ زندگی سے بیزار ہوں، لہٰذا مذکورہ حالات کے پیش نظر حضور سے یہ دست بستہ عرض ہے کہ میری پوری رہنمائی فرما کر ان آفات سے نجات دلائیے گا خواہش قلبی تو یہی ہے کہ حضور کے زیر سایہ دہلی رہ کر فیوض باطنی سے فیضیاب ہوں۔

آپ کا خادم عبدالسلام انصاری گورنمنٹ کنٹریکٹر قصبہ امروہہ محلہ سٹی

ضلع مرادآباد یوپی،

جواب

۸ر نومبر ۱۹۵۵ء

ان کے حالات ایسے نہیں ہیں کہ وہ آپ کو دہلی میں رہنے کا مشورہ دیں، وہ جو کچھ آپ کو ہدایت دے سکتے ہیں، وہ یہی ہے کہ حتی الامکان صاف ستھری زندگی بسر کیجئے، فرائض و سنن کی پابندی کیجئے، اور معیشت کیلئے جو طریقے میسر آسکتے ہیں انہیں کام میں لائیے، وہ ہر حال میں آپ کیلئے دعا کرتے ہیں۔



۱۰ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

امام الہند ...... السلام علیکم

انسان اپنی زندگی میں اور زندگی کے دوران میں مختلف زندگیاں بسر کرتا ہے مجھے اپنی زندگی کو دو حصوں میں منقسم کر دینا پڑا، ایک مطالعہ مذہب اور دوسرا دنیاوی الجھنیں، اس وقت میری عمر سترہ برس کے قریب ہے۔ مجھے آپ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ایک عرصہ گذر چکا ہے، لیکن غربت نے میری زندگیوں پر سیاہ روغن سے ایسا نقش و نگار کیا ہے۔ کہ آپ شاید ایک کو دیکھ کر دوسری کو پہچان نہ سکیں۔

اس وقت آپ کی مشہور و معروف کتاب "غبار خاطر" میرے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ جوں جوں میں کتاب کو پڑھتا ہوں میں دریائے عشق توں توں لبریز ہوتا جاتا ہوں، یہاں تک کہ دماغ چاہتا ہے کہ اگر کوئی ایسی چار کتابیں ہوں تو سما جائیں اس لئے آپ کی تحریر اور نقش آرائی.. میرے دل میں ایسی پیوست ہو چکی

ہے کہ چاہے اسے زنبور سے کوئی کھینچے تب بھی نہ نکال سکے آپ کے الفاظوں نے میرے ناپاک دل کو ایسے صاف کیا ہے۔ جیسا سیاہ تختہ سے کسی حرف کو غلط سمجھ کر مٹا دیا جاتا ہے۔

آپ اہل علم بھی ہیں اور اہل ذوق بھی اسلئے میں ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ سے دو سوال پوچھتا ہوں کہ (۱) تصوف سے کیا مراد ہے (۲) احدیت اور واحدیت میں کیا فرق ہے۔

حضرت امام الہند!

میں آپ کو مندرجہ بالا سطور میں بتا چکا ہوں کہ غربت نے میری زندگی کے پہلوؤں میں گھٹا ٹوپ اندھیرے کا بسیرا کر لیا ہے، اسلئے نہ تو میں پنجاب پبلک لائبریری سے کوئی نسخہ قرآن کریم کی تفسیر کا نکلوا سکتا ہوں اور نہ وہاں اتنے نسخے موجود ہیں جو بروقت ضرورت مل سکیں، اسلئے میں آپ سے پرزور اپیل، بلکہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو مجھ کو ایک جلد تفسیر القرآن کی بھیج دو بہت مشکور ہوں گا۔ آپ کی بروقت مدد ایک غریب کی جوانی کی آرزوؤں کو پورا ہی نہیں کر سکتی، بلکہ اسلام کے شیدائیوں میں اضافہ بھی کر سکتی ہے۔

آپ کا ایک شیدائی نثار دانش لاہور اندرون دہلی گیٹ کوچہ شمشیر سنگھ مکان نمبر $\frac{H}{202}$

جواب

(۱) تصوف سے مقصود باطن کا تصفیہ ہے

(۲) احدیت سے مقصود اللہ کی ذات کی یگانگی اور واحدیت سے مقصود

اوّل کا مقام، یہ تصوف کی مصطلحات ہیں اختصار کے ساتھ ان کی حقیقت نہیں بیان کی جا سکتی۔ (ترجمان یہاں نہیں ہے)



۵ ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

بگرامی خدمت مکرم و محترم جناب مولانا صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں مسلمانوں کو مشرکات کے ساتھ شادی کرنے سے منع فرماتا ہے، آیت یہ ہے۔ وَلَا تَنکِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ

کیا اہل کتاب جن کو عام طور پر عیسائی اور یہود سمجھا جاتا ہے مشرکوں کے طبقہ میں نہیں آتے حالانکہ ان کے عقائد صریحاً شرک پر مبنی ہیں، مثلاً عیسائی تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو مطلقاً شرک ہے، اگر وہ فی الحقیقت مشرک سمجھے جا سکتے ہیں تو پھر کن وجوہات کی بنا پر شریعت نے مسلمانوں کو ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانے کی اجازت دی ہے، یہ ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جس کو آپ ہی اپنے علمی تبحر اور وسیع ادراک سے جو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیا ہے بطریق احسن حل کر سکتے ہیں۔ اسلئے گذارش ہے کہ براہ کرم اپنی کثیر مصروفیات سے تھوڑی سی فرصت نکال کر اس مسئلہ کے بارے میں اپنے زریں خیالات کا اظہار فرما دیں۔

یہ میری بے ادبی اور گستاخی ہے کہ ایک حقیر آدمی ہوتے ہوئے میں آپ جیسے بلند پایہ اور جلیل القدر شخص سے مخاطب ہو کر ایک ایسا سوال پوچھ رہا ہوں جو آپ کے نہایت اہم مشاغل میں خلل اندازی کا موجب ہوتا ہے، لیکن مجھے امید ہے کہ عبث

ونتولیٰ ان جاوہ الاعمیٰ کی آیت کریمہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آپ میری گستاخی کو معاف کرکے مجھے اپنی توجہ مبارک سے محروم نہ فرمائیں گے۔ والسلام۔

خاکسار احقر العباد غلام محمد ریٹائرڈ سیکرٹری جموں اینڈ کشمیر گورنمنٹ ڈاکخانہ باغات برزلہ۔ سری نگر کشمیر۔

جواب

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شرک میں مبتلا ہوئے، لیکن چونکہ ان کے مذہب کی بنیاد ایک آسمانی کتاب ہے اور وہ اس کے عامل ہونے کے مدعی ہیں، اسلئے قرآن نے مشرکین عرب میں انہیں شامل نہیں کیا۔ ان سے الگ رکھا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی۔



۱۳ر نومبر ۱۹۵۵ء

حضرت عالی جاہا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مزاج گرامی۔ اپنی شدت احتیاج کے باعث میں معذور ہوں کہ آنجناب کے مشاغل میں مداخلت کر رہا ہوں، سائل اپنے دل کے اس تقاضا سے مجبور ہے کہ حضرت عالی مقام مطمئن فرمائیں۔ کہ شخصے محمد قربان علی نے بحالت نشہ اپنی بیوی جمیلہ خاتون کے ایک رقعہ میں تین طلاق لکھ بھیجی آیا از روئے قرآن کریم و حدیث نبوی طلاق ہوئی یا نہیں اور اگر ہوئی تو طلاق رجعی یا مغلظ اور شوہر عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا زیادہ حد آداب

المستفتی محمد قربان علی موضع شمس پور ڈاکخانہ بیلا گنج ضلع گیا۔

جواب

اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ مولانا کے نزدیک ایک طلاق ہوئی کیونکہ ایک مجلس میں اور ایک مرتبہ شرعاً صرف ایک ہی طلاق دی جا سکتی ہے۔ اور اسلئے اس صورت میں رجوع کیا جا سکتا ہے۔



۱۲ ر جنوری ۱۹۵۵ء

حضرت اقدس اسلام علیکم

"قرآن" سے متعلق ایک مختصری کتاب "مآل بصیرت" حاضر خدمت ہے بلا شبہ یہ کتاب ایک معمولی مخلوق کی ہے اور اسلئے غیر اہم، مگر یہ کلیتاً متعلق ہے خالق اکبر کی اس کتاب اکبر سے جس کے آپ ماہر اکبر ہیں، اور چونکہ اس کتاب میں چند باتیں بالکل نئی پیش کی گئی ہیں اسلئے عرض ہے کہ میری چھوٹائی کا خیال نہ کرکے صرف قرآن کی بڑائی کے پیش نظر اسے شرف ملاحظہ بخشا جائے تاکہ میں جان سکوں کہ میں کہاں تک صحیح ہوں۔

نیازمند عطاء اللہ پالوی۔ کریم چک۔ چیچرہ ضلع سارن

جواب

یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اس بارے میں کوئی بات چند سطروں میں لکھی جائے تفصیلات میں جانے کی انہیں فرصت نہیں ترجمان القرآن شائع ہو چکی ہے اس کے مطالعہ سے اس کا نقطۂ خیال معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۱۲ر جنوری ۱۹۵۵ء

جناب محترم اسلام علیکم ۔

صاحب "پس منظر اسلام" اور "مختصر سیرت قرآنیہ" کی خدمت میں "مآل بصیرت" کی دو جلدیں حاضر ہو رہی ہیں ایک جلد آپ کی خدمت میں ہے ۔ امید ہے کہ جناب بوقت فرصت توجہ سے میری بصیرت کے مآل کو ملاحظہ فرمائیں گے اور اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے ۔

چونکہ اس کتاب میں قرآن سے متعلق چند بالکل ہی نئی باتیں پیش کی گئیں ہیں اسلئے میری تمنا ہے کہ مآل بصیرتؔ کو امام الہند کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوتا ۔ دوسری جلد اسی تمنا کے پیش نظر آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ کیا میں امید کروں کہ آپ اس جلد کو معہ میرے اس عریضہ کے جو کتاب میں ہے موقع سے حضرت امام الہند کی خدمت میں پیش فرمادیں گے ۔

نیازکیش عطاء اللہ پالوی کریم چک چھپرہ (سارن)

جواب

(۱) ترتیب نزول کو سامنے رکھیئے

(۲) قرآن "کلام من عند اللہ" ہے نہ کلام اللہ

یہ کلام من عند الشیطان نہیں ہے ۔ اور اس میں وہی باتیں ہیں جو اس زمانے کے لوگ ہیئت و روایات قدیمہ کے متعلق سمجھتے تھے ۔ وہ اپنا ایک تصور بنا چکے تھے ۔ اس میں حقائق، سائنس و تاریخ کا ذکر اسلئے نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ لوگ نہ سمجھتے لہٰذا جیسا کہ خود قرآن کہتا ہے کہ اسے ہمیں "خدائی کلام" ان معنوں میں سمجھنا چاہیئے

کہ یہ اگرچہ قول رسول ہے، مگر خدائی ہے، اس میں شیطان یا شیطانی وسوسوں کا دخل نہیں ہے۔

اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھا جائے تو قرآن "بیان اللسان" ذکر ہی ہدیٰ یسرن القرآن للذکر سب بن جاتا ہے، ورنہ مخالفین کا یہ اعتراض حق بجانب ہوگا کہ جب خدا نے ایک دفعہ ایک تعلیم تباہی اور وہ لوگوں کی سمجھ سے باہر ہوگئی تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس تعلیم کو دوبارہ آسان زبان میں نہ بیان کردے۔

اُمّی بمقابلہ اہل کتاب ہے

توراۃ وانجیل کا درجہ حدیث کا ہے۔ یہ کلام من عند اللہ ہیں۔"



۱۹ اپریل ۱۹۵۵ء

نحمدہٗ ونصلّی

بعالی خدمت ذات بابرکات عالی جناب، جناب مولانا ابوالکلام آزاد صاحب دام ظلہ

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اس موضع میں علمائے کرام تعلیمیافتہ دیوبند، بریلی وقصبہ مئو ضلع اعظم گڑھ کے ہیں۔ ان لوگوں میں نیاز و فاتحہ کے متعلق شدید اختلافات ہیں، ان میں سے چند نیاز و فاتحہ کو جائز و چند نیاز و فاتحہ کو قطعی ناجائز قرار دیتے ہیں ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے کس کی پیروی کریں، ہمارے آبا و اجداد نیاز و فاتحہ کرتے آئے ہیں۔ آپ سے دست بستہ استدعا ہے کہ نیاز و فاتحہ کے متعلق جو شرعی احکام ہوں ازراہِ شفقت بزرگانہ اطلاع بخشی جاوے اور ان کتابوں کا حوالہ بھی تبلایا جائے جن کتابوں سے نیاز و فاتحہ کے

متعلق شرعی احکام حاصل کئے جائیں کہ اگر کوئی صاحب جاننا چاہیں تو ان کو نیاز و فاتحہ کے متعلق کتابوں کے حوالہ کے ساتھ شرعی احکام تبلا دیئے جائیں والسلام

عبدالرشید خادم موضع وڈاکخانہ ولید پور ضلع اعظم گڑھ

جواب

آجکل رسمی طریقہ سے نیاز کرنے کے جو طریقے رائج ہو گئے ہیں، مثلاً بزرگوں کا سالانہ عرس کرنا، گیارھویں کی نیاز کی مجلس کرنی، اور اسی طرح کے دوسرے طریقے ان کی کوئی شرعی اصلیت نہیں ہے، ایک رسم قائم ہو گئی ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں اس سے زیادہ تفصیلات میں جانے کی فرصت نہیں ہے۔



۴ رمئی ۱۹۵۶ء

قدوۃ العلماء المتاخرین سید الفقہاء المحدثین حضرت قبلہ دام اللہ فیوضکم

السلام علیکم۔ مزاج اقدس

ایک شرعی مسئلہ کی خاطر ہم اہل اسلام واہ کینٹ پاکستان حاضر ہو رہے ہیں۔ امید ہے کہ بابِ کریمانہ سے ان نیاز مندوں کو بے نیل و مرام واپس نہ فرمایا جائیگا۔ گو مصروفیتیں ذات کریمانہ کی مجاز نہیں، مگر کیا کریں کہ اہل اسلام کی نظروں میں باب عالی کی شان علمی کا بھی کوئی مقابل نہیں کیا کریں۔ اور سوا کوئی نہیں جس در پہ سر رکھیں

واہ کینٹ والے ملازمین کو حکومت اسلامی نے رمضان المبارک میں انجکشن کرانے کا حکم موصول ہوا، اب مسلمانوں نے مقامی علماء کی جانب رجوع کیا۔ تو جواب بصورت اختلاف آیا اسلئے ایک متفقہ فیصلہ کا صدور فرما کر مسلمانوں

کے خواہشات کو اگر پورا کر دیا جائے تو بعید از نظر کریمانہ نہ ہو گا کہ آیا روزہ کے لئے انجکشن مفسد یا مبطل، یا کراہت تحریمی یا تنزیہی، عزیمت یا رخصت احتیاط یا وجوب۔

نیاز آگیں محمد الدین کوارٹر ۸۴۸/۱۵ پی او ایف اسٹیٹ واہ کینٹ

جواب

انجکشن لے سکتے ہیں اس دن روزہ نہ رکھیں۔



یہ مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ جو مخالفت پہ کمر باندھ رکھی ہے آپکو ہم جانتے ہیں جیسے آپ جہد و استقلال کے کوہ اعظم ہیں ہیں بدقسمتی سے دہلی کا رہنے والا ہوں جہاں کفر کی مشین ہے۔ مگر فی الحال علی گڑھ میں قیام زیادہ رہتا ہے مجلس احرار اور جمعیۃ العلماء کے درمیان مفاہمت کرادیں اور ایسی مفاہمت ہو جائے کہ ایکدوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں۔ اسوقت تکبر کی گردن جب ہی جھک سکتی ہے جب سے ہم سب کے آپسمیں اتحاد ہو، ہماری جماعت میں سب سے بڑی شخصیت ہر طرح سے جناب کی ہے آپ کا حکم سب بجالائیں گے آپ دونوں جماعتوں کو تحریر فرمائیے۔

اور حضور والا سے تو یہ امید پہلے ہی سے تھی، اور معلوم بھی ہو گیا تھا کہ دہلی اور لاہور میں جو جناب نے حکم دیا تھا۔ امید یقینی ہے کہ مفاہمت ہو جائے۔

اس سلسلہ میں بھی کچھ عرض کرنا ہے کہ پروپیگنڈے کیلئے جگہ جگہ سے ہندی اور اردو اخبارات دو تین ہونا چاہیئے، اس کی منظوری آل انڈیا سے لی جائے یہاں علی گڑھ میں روزانہ ہملوگوں سے لوگ الجھتے رہتے ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم

اپنی جگہ پر ہیں۔

میں نے حضور والا کی بہت قیمتی ساعتیں خراب کیں معاف فرمایئے گا، آخری

صرف اتنا لکھ کر اپنے خط کو ختم کرتا ہوں،

سلامٌ علیکم ھی خاصان قوم   بزرگانِ ملت رئیسانِ قوم

ایک خبر یہ بھی سنا دوں کہ یہاں یونیورسٹی کے طلباء جو الیکشن کا کام کرنے گئے تھے فی طالب علم پانچ روپیہ یومیہ مقرر تھا۔ علاوہ خرچ اخراجات کے اب واپس آنے کے بعد آپس میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔ یہ ہے قومی یونیورسٹی کا حال۔

امید ہے کہ جواب سے محروم نہ کیا جاؤں گا۔

معاف فرمایئے۔

ایک بات اور یاد آگئی ہے۔ کہ اگر مسلم حلقہ سے پراونشل کیلئے مسلم نیشنلسٹ مسلمان علی گڑھ سے کھڑا ہو تو آپ خواجہ عبد المجید صاحب بیرسٹر کو تحریر فرمائیں یا رفیع احمد صاحب تحریر کریں کہ وہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لیں، اس گذشتہ الیکشن میں لوگوں نے بالکل دھوکے میں رکھا یہی وجہ ناکامیابی کی ہے۔

اب ہمکو اور سب بزرگوں کو ہمارے اس پر عمل کرنا چاہیئے۔

لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین

آپ کا خادم

فاروق احمد عفا عنہ خادم علماء دیوبند دا نپور کمپونڈر اسگنج علی گڑھ

جواب

قسطنطنیہ پر حملہ حادثہ کربلا سے پیشتر کا ہے۔

تعاونوا علی البر والتقویٰ کا حکم عام ہے، ہر شخص کے ساتھ نیک کام میں اشتراک و تعاون کیا جا سکتا ہے، اس میں مسلم کی خصوصیت نہیں۔

ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم نے جو معاہدہ کیا تھا وہ صرف یہود کے ساتھ نہ تھا، اطراف کے مشرک قبائل کے ساتھ بھی تھا (دیکھئے سیرت ابن ہشام وغیرہ)



۲۵ مارچ ۱۹۴۹ء باسمہ تعالیٰ شانہ

کاشف اسرار خفی و جلی، مظہر علوم صوری و معنوی حضرت مولانا قبلہ مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بصد ادب ضروری گذارش خدمت بابرکت میں ہے کہ آپکے ترجمان القرآن مطبوعہ زمزم کمپنی لمیٹیڈ لاہور میں، مجھے اپنی نادانستگی کی وجہ سے کچھ شبہے پیدا ہوگئے ہیں، لہٰذا ان شبہوں کو دفع کرنے کے خیال سے یہ نیازنامہ ارسال خدمت کررہا ہوں۔ امید ہے کہ ان ہمارے شبہوں کو دفع کرکے مشکور فرمائیں گے۔ خداوند کریم آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

ع۱ صفحہ ۲۳۹ سطر ۳ آیت فقلنا اضربوہ ببعضها الخ ترجمہ چنانچہ ایسا ہوا کہ ہم نے حکم دیا، اس (شخص) پر (جو فی الحقیقت قاتل تھا) مقتول کے بعض (اجزائے جسم) سے ضرب لگاؤ (جب ایسا کیا گیا تو حقیقت کھل گئی اور قاتل کی شخصیت معلوم ہوگئی) اللہ اسی طرح مردوں کو زندگی بخشتا الخ لفظ اضربوہ کی ضمیر "ہ" اور لفظ ببعضها کی ضمیر "ھا" کا مرجع کون ہے؟ اگر قاتل اور مقتول (علی الترتیب) مرجع ہے جیسا کہ آپ کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو شبہ

یہ ہوتا ہے کہ الزام قتل تو بہت سے لوگوں پر تھا، اسی شبہ کی وجہ سے حضرت موسیٰ
خود سے فیصلہ نہ کر سکے اور اللہ پاک سے ملتجی ہوئے اور اللہ پاک کا حکم ہوا کہ
گائے ذبح کرو وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اور مفسرین نے لکھا ہے۔ آپ کے ترجمہ
سے یہ یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ قاتل کی حقیقت کیسے معلوم ہو گئی؟ کیا ہوا
اور کونسی بات ہو گئی۔ جس سے قاتل کی شخصیت معلوم ہو گئی؟ وغیرہ وغیرہ نیز
جیسا کہ آپ کے ترجمہ میں ہے۔ "مقتول کے بعض (اجزاء جسم) سے ضرب لگاؤ"
تو کیا مقتول کے بعض عضو کاٹے گئے؟ اگر کاٹے گئے تو کون عضو کاٹے گئے؟
کیونکہ بغیر کاٹے یا کسی طرح علیحدہ کئے بغیر کیسے ضرب لگایا جا سکتا ہے۔؟
آیت مذکورہ بالا کے بعد ہی یہ آیت ہے۔ "کذٰلک یحی اللہ الموتیٰ"
جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "اللہ اسی طرح مردوں کو زندگی بخشتا" مولانا یہاں پر تو کوئی
زندہ نہیں کیا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے لفظ "کذٰلک" کیسے کہا؟ اور اس کے
معنی کیسے صحیح ہو سکتے ہیں؟ و نیز اس آیت کے قبل کی آیتوں "واذ قال موسیٰ
لقومہ سے فذبحوھا وما کادوا یفعلون" تک اتنی ساری باتوں کا بیان
(گائے ذبح کرو۔ تم ہمارے ساتھ تمسخر کر رہے ہو نعوذ باللہ اگر میں جاہلوں کا
شیوہ اختیار کروں، اپنے پروردگار سے دریافت کرو وہ کھول کر بیان کر دے
کس طرح کا جانور ذبح کرنا چاہیئے۔ موسیٰ نے کہا۔ خدا کا حکم ہے گائے ذبح کرو
گائے درمیانی عمر کی ہو، پیلا رنگ ہو، نہ تو ہل میں جوتی گئی ہو نہ کبھی آب پاشی
کے کام میں لائی گئی ہو، صحیح و سالم داغ دھبے سے پاک و صاف، چنانچہ جانور
ذبح کیا گیا۔) کا کیا فائدہ ہوا، اور کیوں بیان کیا گیا؟ اگر یہ کہا جائے کہ آیت

واذ قال موسیٰ سے فذبحوھا وما کادوا یفعلون تک الگ ہے۔ اور آیت فقلنا اضربوا ہ الخ الگ ہے دونوں آیتوں میں کوئی ربط نہیں ہے تو سب پہلی آیتوں کے بیان کا کیا فائدہ، کیا حاصل اور کیا مصلحت ہے؟ اسلئے کہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل، کوئی حکم، اور کوئی بیان بے فائدہ بے حاصل اور بے مصلحت نہیں ہے، لہٰذا مجھے یہ کہنے پر مجبوری ہوئی کہ آپ کے ترجمہ سے اوّل و آخر کی سب آیتیں بالکل بے مناسب اور بے جوڑ معلوم ہوتی ہیں۔ مزید براں جمیع مفسرین و مترجمین سابقین مثلاً تفسیر معالم التنزیل، ابن کثیر اور موضح القرآن وغیرہ کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ ان سب حضرات کے بیان میں واقعات ربط جمیع آیات اور سیاق کلام خداوندی وغیرہ وغیرہ سب مل جاتے ہیں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا۔

عـ۲ صفحہ ۲۶ ۴ سطر ۴ آیت وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت و ماروت الخ۔ ترجمہ اور یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اس طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی (جیسا کہ ان لوگوں میں مشہور ہے) واقعہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ بھی کسی کو سکھاتے تھے تو یہ کہے بغیر نہیں سکھاتے تھے کہ دیکھو ہمارا وجود تو ایک فتنہ ہے، پھر تم کیوں کفر میں مبتلا ہوتے ہو، لیکن اس پر بھی لوگ ان سے ایسے عمل سیکھتے تھے جن کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنا چاہتے۔

آیت مذکورہ بالا میں "واؤ" عاطفہ ہے لہٰذا اس آیت کا عطف کس پر ہے؟ علاوہ اس کے خود آپ کے ترجمہ میں سے، "وہ جو کچھ بھی کسی کو سکھاتے تھے تو یہ کہے بغیر نہیں سکھاتے تھے" الخ جس کے معنی یہ ہوئے کہ کسی طرح کچھ بھی کہہ کر

سکھاتے تھے، اور ضرور سکھاتے تھے، دنیز آگے چل کر آپ خود ترجمہ فرماتے ہیں۔ لیکن اس پر بھی لوگ ان سے ایسے عمل سیکھتے تھے۔ جن کے ذریعہ شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالنا چاہتے۔" اس سے تو صاف ظاہر ہے کہ وہ دو فرشتے ہاروت و ماروت لوگوں کو ایسے ایسے عمل سکھاتے تھے جنکے ذریعہ شوہر و بیوی میں جدائی ڈالی جاتی ہے، اب دریافت طلب یہ ہے کہ یہ عمل اور ایسے ایسے عمل جو شوہر اور بیوی میں جدائی ڈالے وہ سحر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو پھر آپ کا ترجمہ یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اس طرح کی کوئی بات نازل ہوئی تھی الخ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ یہ بھی مفسرین و مترجمین سابقین کے تفسیر اور ترجمہ کے بالکل خلاف ہے۔

مولانا اسی طرح کے اور کئی شبہے ہیں۔ سردست صرف دو ہی شبہے برائے استفادہ ارسال خدمت کر رہا ہوں، میں نے ترجمان القرآن سورۂ بقرہ دیکھنا ہی شروع کیا تھا کہ یہ شکوک واقع ہوئے، لہٰذا آپ کے مفصل اور تسلی بخش جواب آنے تک (جس کی مجھے امید اور کامل امید ہے) اس کا دیکھنا ملتوی کر دیا ہے کیونکہ اعتقاد ہے کہ ان شکوک کے رہتے ہوئے آگے قدم اٹھانا کہیں نفع کے بدلہ نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ مولانا یہ سب کچھ جو لکھ رہا ہوں بحیثیت ایک معترض نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ اعتقاد اور کامل اعتقاد رکھتے ہوئے صرف اپنے شبہے کو دفع کرنا چاہتا ہوں۔ پس براہ مہر و کرم آپ مجھے اس تاریکی سے بچانے کی کوشش فرمائیں گے اور جواب باصواب سے مطلع فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں گے۔ اطلاعاً عرض ہے کہ میں نے آپ کے ترجمہ میں کوئی لفظ اپنی طرف سے نہیں

لکھا ہے، لفظ بہ لفظ آپ ہی کا ترجمہ لکھا گیا ہے، جو ترجمان القرآن جلد اول مطبوعہ مذکورہ بالا کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا۔ والسلام مع الاکرام۔

منتظر جواب نیاز مند حکیم محمد شہود الحق، کاشانہ حق موضع وڈا لکھانہ رمضان پور ضلع مونگیر۔

جواب

توراۃ کی بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں اس طرح کی رسم چلی آتی تھی کہ مقتول کے جسم کو چھو کر مشتبہ قاتل قسم کھائے، اور اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ مجرم جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا تھا؛ اور جرم کا اقرار کر لیتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں بھی وہی صورت اختیار کی گئی۔

پہلا واقعہ بالکل الگ ہے۔

سحر کے متعلق ایک صورت تو یہ ہے کہ لوگ سحر موثر سمجھ کر عمل میں لاتے ہیں یا نہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ حقیقتاً سحر موثر ہے بھی یا نہیں۔

یہودی قیام بابل کے زمانے میں کتاب الٰہی کی تعلیم سے منحرف ہو کر بابل کے جادوگروں کے معتقد ہو گئے اور یہ آگے چلکر اسے حضرت سلیمان کی طرف منسوب کرنے لگے، قرآن کا یہاں صرف مقصد یہ ہے کہ اس غلط نسبت سے حضرت سلیمان کو پاک ثابت کرے، اس آیت سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ جادو کو موثر سمجھ کر کام میں لاتے تھے، یہ نہیں ثابت ہوتا کہ جادو حقیقتاً موثر بھی ہے۔

۲۹ راکتوبر ۱۹۴۹ء

جناب مخدومی قرۃ عینی طال حیاتکم، السلام علیکم

قرۃ عینی و طال حیاتکم گو موزوں نہیں لیکن حافظہ پر زور دینے کے بعد اس کیفیت سے معبر نہ کوئی لفظ ملا اور نہ کوئی دعا ملی جو ہمارے اور آپ کے لئے شائد مفید ہو، معاف فرمادیں مدت سے ترجمان القرآن کا مطالعہ بھی کرتا ہوں اور دو دفعہ پڑھایا اور تیسری دفعہ شروع ہے، لیکن سورہ مومنون کے بعد سب کچھ سیر ختم ہو جاتا ہے، اور ہمارا عالم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منزل مقصود نظر آرہا ہو اور پوری تیزی کے ساتھ اس کی طرف دوڑ رہا ہو، لیکن اچانک راستہ میں بڑا شگاف زمین حائل ہو جائے کہ نہ پھاند سکے اور نہ اتر کر نکلنے کا کوئی راستہ اور حسرت بھری نگاہ سے مقصود کو دیکھتا رہے، لیکن رسائی کی کوئی سبیل نظر نہ آئے، خیر ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، امور مملکت خویش خسرواں دانند، البتہ نظر دہلی کی طرف لگی ہیں، کہ کب ہماری امیدوں کی کرن طلوع کرے گی۔ تاکہ تیسرا جلد ترجمان کا اور البیان اور مقدمہ تفسیر میدان میں آئے گا، تذکرہ، الہلال مکمل، غبار خاطر مسلمان عورت، قول فیصل، ترجمان القرآن، خطبات، ان کا تو مطالعہ کر چکا ہوں، براہ مہربانی آپ کے دیگر تصنیفات جو ہیں، اس کے اسماء سے مطلع کریں، تاکہ کوشش کروں اگر مل جائیں، یا آپ عنایت فرمادیں، نیز علامہ ابن تیمیہ کی مفید تصانیف جو آجکل مل سکیں، اس سے مطلع فرمادیں۔

جناب نے آذر کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چچا لکھا ہے اسکی تصریح کہیں جناب کی نظر سے گذری ہے تو مستفیض فرمادیں،

احمد علی شاہ مدرس مدرسہ اسلامیہ معین الاسلام عیسیٰ خیل ضلع میانوالی مغربی پنجاب پاکستان

جواب

کئی مفسروں کی یہی رائے ہے۔

متاخرین میں جلال الدین سیوطی بھی اسی طرف گئے ہیں عربی میں چچا کیلئے باپ کا اطلاق عام ہے،



۵ مارچ ۱۹۵۳ء

بخدمت شریف عزت مآب مولانا ابوالکلام آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند

(ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر)

ترقیم ہے کہ حیدرآباد دکن میں رویت ہلال عید سے متعلق انتظامات کے لئے صدر مجلس علمائے دکن کی نگرانی میں ایک رویت ہلال کمیٹی قائم کی گئی ہے جس میں علمائے کرام کے علاوہ ماہرین ریاضی وہیئت داں اصحاب بھی شریک ہیں اب تک اس کمیٹی کے متعدد اجلاس منعقد ہو چکے ہیں، ریڈیو کے ذریعہ رویت ہلال کی خبر سے متعلق بھی بحث ہوئی کمیٹی کا عام رجحان یہ ہے کہ جس مقام سے ریڈیو کی خبر دی جائے، اگر وہاں کے علماء نے رویت ہلال کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند ہونے کا حکم کر دیا ہے تو اس اعلان پر عمل کیا جانا چاہئے بشرطیکہ خبر نشر کرنے والا بھی متعین ہو۔

جب ہندوستان کی کسی نشرگاہ سے چاند ہونے کا اعلان ہو تو ہم یہی تصور کریں گے کہ حکومت ہند نے فقہی احکام کے مطابق باقاعدہ شہادت لیکر اپنے ریڈیو کو اس اعلان کے نشر کا حکم دیا ہے۔ چونکہ رویت ہلال کے متعلق ریڈیو کی خبروں

کا حاصل کرنا بڑی سہولت کا باعث ہے۔ لہٰذا براہ کرم اس کی توثیق فرمائی جائے

تو مناسب ہے کہ کسی ہندوستانی ریڈیو سے رویت ہلال کا اعلان باقاعدہ

شہادت کے بعد ہی کیا جاتا ہے۔ تاکہ عام مسلمانوں کو اطمینان کلی حاصل ہو۔

اور ایک اہم مسئلہ کی تکمیل بوجوہ احسن ہو جائے، جناب والا سے توقع

کی جاتی ہے کہ اس اہم مسئلہ کی جانب عاجلانہ توجہ فرمائی جاکر تفصیلی جواب سے

ممنون فرمایا جائے گا۔

سید محمد بادشاہ قادری معتمد صدر مجلس علماء قادری چمن، فلک نما۔ حیدرآباد

جواب

(ریڈیو اسٹیشن کو حق شہادت)

انتظام یہ ہے کہ رویت ہلال کے بعد شہر کا مفتی یا جو اس کام کا ذمہ دار

ہے جب اعلان کر دے کہ رویت ہو گئی، اس اعلان کو ریڈیو کے ذریعے نشر کر دیا

جائے، شرعاً یہ اعلان معتبر ہو گا۔



۲۰ ر مارچ ۱۹۵۲ء

ایک ادنیٰ معروضہ خدمت اقدس میں عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں

کہ بعض مفسرین نے سدرۃ المنتہیٰ کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ وہ درخت ہے بیری

کا کہ جس کا سایہ بہت گھن کا ہو گا، اور اس کا پھل بہت بہت بڑا ہو گا اور اس

کے سایہ تلے جنتی آرام کرینگے کیا یہ اقوال صحیح ہیں، اور ان کی کوئی حقیقت ہے

مجھے امید ہے کہ میں اس سے آگاہ کیا جاؤں گا۔

اور اپنے دست مبارک سے جواب مرحمت فرما کر حسب دستور سابق
مجھے نوازا جائے گا۔ اس سے قبل ۲ ر ذی الحجہ ۶۳ھ کو بندھیا چل سے جناب گرامی نے ایک مضمون کانگریس اور مسلمان پر تحریر فرما کر ارسال فرمایا تھا جس کو طبع کرکے میں نے اور ضلع کانگریس کمیٹی مظفر نگر نے بصورت پمفلٹ شائع کر دیا تھا۔ جس سے مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت میں کافی ہدایت و روشنی حاصل ہوئی ہے میرے بڑے بھائی مولوی حکیم ریاض احمد قاسمی جو بہت پرانے کانگریسی ہیں سلام مسنون خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں، والسلام۔

آپ کا بیٹا نثار احمد صدیقی (سابق جنرل سکریٹری منڈل کانگریس کمیٹی و سابق صدر و ناظم جمیعت العلماء تحصیل کیرانہ ضلع مظفر نگر)

جواب

سدرۃ المنتہیٰ سے تو مقصود ایک انتہائی محل ہے ان روایتوں کا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ عالم مثال میں سدرہ کی صورت ایک درخت کی نمایاں ہوئی ہو، بہر حال آیت کا مفہوم عام ہے اسے خاص کرنا ضروری نہیں ہے، اور معاملہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے، اسلئے اس کی حقیقت کا ہم ادراک نہیں کرسکتے



"عورت کی ہر غلطی سوائے حرام کے قابل تلافی ہے"۔ آپ کہانتک اتفاق کرتے ہیں یا نہیں، تفصیل سے بیان کیجئے گا۔

راقم ناچیز محمد سلیم الدین معرفت نیشنل بینک آف انڈیا لمیٹیڈ لاہور

جواب

عورت ہو یا مرد اس کا ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے، سوائے شرک کے شرک عقل انسانی کی توہین اور شرف انسانی کے منافی ہے۔

دوسرے گناہوں کی تعذیر بھی ہے اور استغفار بھی۔



مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ازیں قبل ایک استفتاء ارسال خدمت کر چکا ہوں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق تحریری دیا، اور اس طلاق نامے کا نقل بھی لکھا تھا، اس جگہ پھر اسکی نقل تحریر کرتا ہوں یاددہانی کیلئے۔

نقل یہ ہے

(۱) ہم نے طلاق دیا رفیق کی لڑکی صغرا کو

(۲) ہم نے طلاق دیا رفیق کی لڑکی صغرا کو

(۳) ہم نے طلاق دیا رفیق کی لڑکی صغرا کو

ہم نے تین طلاق بائن دیا۔ اور جو دین مہر کا روپیہ ہے وہ ۲۵ رتاریخ اکتوبر ۵۵ء کو مل جائے گا۔ اور کوئی لڑکا یا لڑکی ساتھ نہیں لے جاسکے گی۔ اور اگر لے جائے گی تو اس لڑکے یا لڑکی کا ہماری ملکیت پر کوئی دعویٰ نہیں ہوگا، اور چار بجے سے پہلے ہمارا گھر چھوڑ دے، چاہے اپنے بھائی کے یہاں جاسکتی ہے، چاہے کسی کے یہاں ہم سے کوئی تعلق نہیں

اس کا جواب یہ ملا تھا کہ تحریری بھی واقع ہو جاتی ہے، مگر ایک مرتبہ میں ایک سے زیادہ طلاق نہیں دیا جاسکتا، اسلئے ایک واقع ہوگی، اگر مدت گذر چکی ہو تو وہ دوبارہ

نکاح کرسکتا ہے، لیکن علماء یہاں اسکی تصدیق نہیں کرتے ہیں کہتے ہیں کہ طلاق مغلظ واقع ہوگئی اور یہ جواب غلط ہے، ازراہ کرم مطلع کیجئے کہ آپ نے یہ جواب کسی مسلک سے دیا ہے، تاکہ تشفی ہو۔ فقط والسلام۔

جواب

اس طرح کے معاملات میں اس کے سوا چارہ نہیں کہ جہاں یہ معاملہ پیش آیا ہے وہاں کے علماء سے پوچھا جائے اور جو وہ جواب دیں عمل کیا جائے۔

مولانا نے جو کچھ لکھا وہ انہوں نے قرآنی حکم کی بنا پر لکھا کہ الطلاق مرّتان فامسلک بمعروف اوتسریح باحسان۔ مرّتان کے معنی دو مرتبہ کے کئے ہیں نہ کہ ایک مرتبہ کے، لیکن بہر حال اس بارے میں فقہا کی راؤں میں اختلاف ہوا اور اسلئے آپ مقامی علماء سے دریافت کیجئے اور جو اس بارے میں حکم دیں اس پر عمل کیجئے۔



بملاحظہ اقدس حضرت قبلہ مولانا آزاد صدر کانگریس کمیٹی۔

بعد سلام سنت خیر الانام کے گذارش خدمت عالی یہ ہے کہ حسب ذیل مراسلہ کا جواب شرعی نقطۂ نظر سے مرحمت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے۔ فاتحہ کا کھانا جو انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے روح پاک پر ایصال ثواب کے غرض سے کیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً یہ جائز ہے، اور یہ کھانا مسکینوں، وتیموں کے علاوہ سرمایہ دار و صاحب ثروت کھاتے ہیں، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں،

جواب

آجکل جس طریقہ سے فاتحہ اور نیاز کیا جاتا ہے، اس کی بنیاد رسم پر ہے نہ کہ شریعت پر۔ اگر مقصود خیرات ہے، تو وہ مستحقوں کا حصہ ہے نہ کہ خوشحال اور ذی استطاعت اصحاب کا۔ اگر معاشرتی طریقہ پر ایک شخص دوست احباب کو مدعو کرتا ہے، اور کھانا کھلاتا ہے، تو اس میں کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں ہے، لیکن اگر اسے ایک مذہبی عمل کی شکل دیجاتی ہے تو جبتک اسکی سند کتاب و سنت سے نہ ملے وہ قابل اعتراض ہے۔



۱۸ر دسمبر ۱۹۵۶ء

مکرمی و محترمی جناب قبلہ مولانا صاحب السلام علیکم

بندہ اپنی زکوٰۃ خود ہی حساب کر کے یہاں جماعت اسلامی پاکستان کے بیت المال میں جمع کرا دیتا ہے، اور جماعت اس رقم کو انہی کاموں میں خرچ کرتی ہے جن میں قرآن اور سنّت کا حکم ہے۔

لیکن آج کتاب افکار آزاد مرتبہ فارقلیط میں آپ کا مضمون، بعنوان "زکوٰۃ کا نظام شرعی" نظر سے گذرا اس مضمون میں جو عبارت صفحہ ۱۸۴ پر ہے جو ذیل میں تحریر کر رہا ہوں کی بنا پر شک گذرا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ بھی ادا کرتا رہوں لیکن شریعت کی نظر میں ادائیگی کبھی نہ ہو، عبارت یہ ہے، "اور مسلمانوں کی جو جماعت اپنی زکوٰۃ کسی امین زکوٰۃ یا بیت المال کو حوالے کرنے کی جگہ خود ہی خرچ کر ڈالتی ہے۔ وہ دیدہ و دانستہ حکم شریعت سے انحراف کرتی ہے اور یقیناً اسکے لئے عند اللہ جوابدہ ہوگی"

لہٰذا بندہ کا طریقہ ادائیگی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، یعنی خود حساب کر کے

جماعت اسلامی پاکستان کے بیت المال میں داخل کرا دینا۔ جبکہ جماعت مذکور اس رقم کا صحیح استعمال بھی کرتی ہو، اور حکومت کی طرف سے اس قسم کا کوئی انتظام بھی نہ ہو، طریقہ غلط ہے یا ٹھیک، برائے کرم جلد از جلد ذیل کے پتہ پر جواب ارسال فرما کر رہنمائی فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں، فقط والسلام

خیر اندیش سید ارشاد علی کمپونڈر رسول ہسپتال اوچ شریف ضلع بہاولپور مغربی پاکستان

جواب



طریقہ ٹھیک ہے۔

۲۰ر اپریل ۱۹۵۷ء

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہاں پر ایک عبارت کے سلسلہ میں سخت جھگڑا چل رہا ہے اور فتنہ و فساد تک نوبت پہنچ چکی ہے، آپ کے فیصلہ فرما دینے سے امید قوی ہے کہ دونوں فریق کو اطمینان ہو گا، اور وہ عبارت یہ ہے کہ "رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے۔ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو، ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اسکو اسی درجہ میں رکھے۔" یہ ہے اصل عبارت ایک فریق کہتا ہے کہ اس عبارت سے سابق انبیاء اکرام کا انکار لازم آتا ہے اور صحابہ کرام کی توہین ہوتی ہے، اور دوسرا فریق کہتا ہے کہ ایک مومن اور مسلم کا عقیدہ یہی ہے۔ اب آپ سے گذارش ہے کہ آپ اس باب میں فیصلہ فرما دیں کہ آیا یہ عبارت ایک مومن اور مسلم کا عقیدہ ہو سکتی ہے یا نہیں، اس کا جواب بہت جلد دیجئے

کیونکہ فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے ۔

دستخط ۔ مطلوب احمد سرائے میر ضلع اعظم گڑھ

" حافظ ابوالحسن موضع سرداں پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ

" جمیل احمد سرائے میر ضلع اعظم گڑھ

جواب

۲۲ ر اپریل ۵۸ء

جناب محترم تسلیم

آپ کا خط ملا اس عبارت کا بظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ایسی معصوم ہستی جس کا ہر قول و فعل بلا چون و چرا تسلیم کیا جائے صرف پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، اس کے علاوہ اسلام کی اور کوئی شخصیت ایسی نہیں، انبیاء سابقین کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ بظاہر مقصود اسلام اور پیروان اسلام ہیں، یہ ایسی ہی بات ہے جیسی امام مالکؒ سے منقول ہے۔ کہ ہر شخص کی بات پکڑی جائے گی اور چون چرا کیا جا سکے گا۔ "الا صاحب هذا القبر" اور آنحضرت کی قبر کی طرف اشارہ کیا۔ ہاں جس شخص کی یہ عبارت ہے مگر اس کے اور اقوال ایسے موجود ہوں۔ کہ جن کی روشنی میں اس عبارت کا دوسرا مفہوم نکالا جا سکتا ہو۔ تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ لیکن صرف اس عبارت میں کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں معلوم ہوتی ۔

۱۶ / رمضان المبارک ۷۶ھ

حضرت دادا مولانا ابوالکلام صاحب قبلہ

سلام نیاز عرض ہے۔ آپ مجھ سے غائبانہ واقف ہی ہیں کہ ایک عرصہ پہلے حیدرآباد کے ایک عالم مولانا ابوالوفا صاحب قبلہ نے ایک خط کے ذریعے میرا التعارف آپ سے کروایا تھا، کہ میں حیدرآباد کے مولانا مفتی محمد سعید صاحب مرحوم کی اولاد سے ہوں جن کا کتب خانہ سعیدیہ آپنے بڑی قدر افزائی سے دیکھا تھا اور آپ مفتی صاحب مرحوم کے اصلی قدردانوں میں سے ایک ہیں۔ پھر مجھے وزارت تعلیمات سے اعلی تعلیم کیلئے کچھ قرض دینے لکھا تھا۔ لیکن عدم گنجائش کی وجہ سے کچھ نہ ہو سکا۔

اس وقت میرے دل میں اعلی تعلیم کیلئے امریکہ جانے کے شوق سے کہیں زیادہ شوق زیارت مدینہ شریف کا ہوگیا ہے اور سارا سکون قلب ختم ہوگیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ مہینے میں ایک بڑے بزرگ نے مجھے دس صفحے کا ایک کتابچہ دیا۔ جسکو انہوں نے حضرت دادا مفتی مرحوم کے ہاتھوں سے پایا تھا۔ اس کتابچہ میں مختلف حدیثوں وغیرہ کی اجازتوں اور انکو حاصل کردہ اقل قریب واسطوں کا تذکرہ ہے۔ بزرگ موصوف اس وقت تنہا شخص ہیں جو زندہ ہیں اور جنہوں نے راست مفتی صاحب سے اس علمی امانت کو پایا تھا انہوں نے مصافحہ کے ذریعے ان سب اجازتوں کو میرے تفویض کیا اور مجھ پر دین کی ایک بھاری ذمہ داری عائد کردی۔ اس سے میری روحانی زندگی میں فوراً تبدیلی شروع ہوگئی، اور اس وقت رسول اکرم صلعم کی محبت میں تڑپتے رہنا،

میری زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔ رات دن بے سکونی کی حالت ہو گئی ہے کہ کسی حال مدینہ کو جاؤں اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے قدم بوسی حاصل کروں میرا جیب بالکل خالی ہے۔ سفر کیلئے اللہ اور اس کے رسول صلعم کی محبت کے سوا کوئی اور چیز جمع نہیں ہو رہی ہے۔ اگر آپ کسی فنڈز سے قرض حسنہ کا انتظام فرما کر کم از کم جہاز کے آمد و رفت کا ٹکٹ دلوا دیں تو بڑی نوازش ہوگی باقی اخراجات کا میں خود انتظام کر لیتا ہوں، آپ اس سے بخوبی واقف ہی ہیں کہ جنت کے بازاروں میں سب سے زیادہ اس نیکی کی قدر ہوگی جو دوسروں کے دلوں کو راحت پہنچانے کیلئے ہوتی ہے۔ سچ بتلائیے کہ آپ کے سوا کون ایسا عالم ہے جو عالموں کی اولاد کیلئے دل کی راحت بن سکے، مزید براں آپ ہمیشہ اس اول حدیث شریف کا خاص خیال رکھتے ہیں اور عملی حیثیت سے پابند ہیں۔

"انہ قال الرحمون یرحمھم الرحمٰن تبارک وتعالی ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء"

مزید کچھ لکھتے آپ کو شرم معلوم ہوتی ہے۔

خادم احمد عبدالخالق ام اس سی عثمانیہ ۱۵ عجرد گاہ نظام شاہی روڈ حیدر آباد دکن۔

جواب

آپ پر حج اگر فرض نہیں ہے تو آپ کو لوگوں سے مانگ کر سفر نہیں کرنا چاہیئے۔ کسی مسلمان کیلئے یہ مناسب بات نہیں ہے کہ دوسروں کی جیب پر بار ڈال کر اور سوال کر کے مکہ یا مدینہ کا سفر کرے اگر آپ کے دل میں آنحضرت صلعم کی محبت

کا جذبہ ابھرا ہے تو اس کے لئے مدینہ جانا ضروری نہیں ہے۔ آپ اپنے وطن میں رہ کر علم دین کی تکمیل کر سکتے ہیں۔



۲۹ مئی ۵۷ء

حضرت العلامہ والفاضل التکلامہ مولٰنا و بالفضل اولٰینا ابوالکلام آزاد سلمہ ربہ

بعد سلام مسنون بمبئی گھوگھاری محلہ میں چند اہل حدیث جدید ہوئے ہیں آجکل انہیں آمین بالجہر سے روکنے کی ہر ممکن سعی بلیغ کی جا رہی ہے۔ سی آئی ڈی پولیس کا پہرہ قائم ہے۔ سی آئی ڈی پولیس کا افسر کہتا ہے۔ اگر مولانا ابوالکلام آزاد صاحب لکھ دیں کہ آمین بالجہر جائز ہے تو ہم پھر کسی کو نہ روکیں گے۔ لہٰذا عرض گذار ہیں کہ آپ براہ کرم تحریر فرمادیں۔ اور یہ بتایئے کہ آمین بالجہر سے نماز دوسروں کی فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔ مسجد کا امام پبلک کو کہتا ہے کہ ہماری نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ بینوا توجروا۔

سائل عبدالجلیل سام روڈ ڈاکخانہ پلسنہ ضلع سورت

جواب

آپ کا خط مولانا کو ملا۔ احادیث سے آمین کا آہستہ کہنا اور پکار کر کہنا دونوں ثابت ہیں۔ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت آمین پکار کر کہتی تھی اور اسے مسنون سمجھتی تھی۔ اگر جماعت کے کچھ لوگ آمین پکار کر کہتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے کا پورا حق ہے۔ کیونکہ ایک مسنون عمل ہے۔ ایسا سمجھنا کہ اس سے

دوسروں کی نماز میں خلل پڑتا ہے۔ بالکل غلط اور جاہلانہ خیال ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی روایت میں ہے کہ آمین زور سے بولی جاتی تھی حتیٰ یرتج بہ المسجد یعنی مسجد گونج جاتی تھی۔ لوگوں کو چاہئے کہ اس سوال پر ایک دوسرے کی مخالفت نہ کریں۔ جو مقتدی آمین آہستہ بولتا ہے اسے آہستہ بولنے دیں جو پکار کر بولتا ہے اسے پکار کر بولنے دیں۔

وائل بن حجر کی ایک روایت میں خَفَضَ بہٖ صوتہٗ ہے اور دوسری روایت میں رَفَعَ بہٖ صوتہٗ



۳ر نومبر ۱۹۵۶ء

محترمی سلام مسنون!

پیشتر اس کے کہ میں کچھ عرض کروں میں چاہتا ہوں کہ اپنا ایک مختصر سا تعارف بھی کرا دوں، میری عمر تقریباً ۱۹ سال ہے بمبئی کے ایک کالج میں سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا ہوں، چند دنوں سے ایک نئی مشکل پیدا ہو گئی ہے۔ سوچا کہ شاید آپ کچھ مدد کر سکیں۔

مذہب مجھے بھی آپ کی طرح خاندانی ورثہ میں ملا لیکن موروثی عقائد پر ہی مطمئن ہونے سے دل نے انکار کر دیا۔ جب اس جستجو میں آگے بڑھا تو دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔ آپ نے ٹھیک ہی لکھا ہے کہ "یہ منزل شک سے شروع ہو کر انکار پر ختم ہوا کرتی ہے۔" آہستہ آہستہ اسلام کے اندرونی مذاہب کے اختلافات مغربی مصنفوں کے اسلام پر مضامین اور انہیں کی تاریخی کتابوں نے مجھے بھی اسی منزل پر

لا پٹکا ہے، عقیدت کا ٹمٹماتا ہوا چراغ دو ایک تھپیڑوں کے بعد بجھ گیا۔ خود کو تنہا محسوس کرنے لگا۔ نمازیں کھوکھلی محسوس ہونے لگیں۔ لیکن نہ جانے کیوں میں ان کا تسلسل منقطع نہ کر سکا ہوں۔ ایک عجیب کشمکش کے عالم میں پہنچ گیا ہوں۔ طرح طرح کے خیالات دماغ پر چھائے ہیں۔ آگے راستہ تنگ و تاریک نظر آرہا ہے۔ معاً حافظے نے رہبری کی کہ کہیں غبار خاطر میں آپ نے اسی کشمکش کو بیان کیا ہے آپ کے اس خط کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ آپ بھی اسی دور سے گذرے تھے۔ لیکن آپ کی پیاس مایوسی پر قانع ہونا نہیں چاہتی تھی۔ حیرانگیوں اور سرگشتگیوں کے بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد بالآخر آپ اس منزل پہنچ گئے۔ جسکی مجھے تلاش ہے۔ میں بھی اوہام اور خیالات کی تاریکیوں میں اس راہ کو ڈھونڈنا چاہتا ہوں جو مجھے یقین و اعتقاد کی منزل پر پہنچا دے، جو مجھے تقلیدی عقیدے کے بجائے تحقیقی عقیدہ دے۔ کیا آپ میری رہبری کر سکیں گے؟ کیا آپ مجھے میرے کھوئے ہوئے عقیدے کو واپس حاصل کرنے کیلئے مشورہ دے سکیں گے؟

امید کرتا ہوں کہ آپ اس کا جواب اپنی اولین فرصت میں مرحمت فرمائیں گے

خلوص آگیں غلام رسول صدیقی جامع مسجد باندرہ بمبئی ۲۰

جواب

خاص چیز جو آپ کے سامنے آئی ہو لکھئے۔



۱۶ر نومبر ۱۹۵۶ء

مکرمی تسلیم

آپ کا خط ملا۔ آپ نے لکھا ہے کہ جو خاص چیز میرے سامنے آئی ہو انہیں لکھ کر بھیج دوں۔ لیکن میرے تقلیدی عقیدے کو مسمار کرنے میں کسی ایک چیز کا ہاتھ نہیں بلکہ کتنی ہی ضربوں نے اسے ڈھایا ہے۔ پھر بھی دو تین چیزیں لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان نقصانات کی تلافی کر دیں گے جو ان مضامین نے میرے عقیدے پر کئے ہیں۔

ایک پرانے اسٹیٹسمین میں میں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ایک مسلم پروفیسر حیدر خاں کے ایک Extention lectur کی رپورٹ پڑھی جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

انسانی سوسائٹی کے مرحلۂ ارتقا میں وحی اک اساس مذہب ہونے کی حیثیت سے نہایت کارآمد تھی کیونکہ اس سے تنقید کا سدباب کیا جاتا تھا۔ لیکن حق وصداقت کے حصول کا ذریعہ ہونے کی حیثیت سے وہ صرف یہی نہیں کہ ناقابل اعتبار ہے بلکہ فوق الفطری ہونے کی وجہ سے جدید انسان کو متاثر کرنے میں ناکام بھی ہوتی ہے جب مذہبی نظریات کو قانون علیت Law of causality کے نقطۂ نظر سے جانچا جاتا ہے۔ تو بہت جلدی ان کے پرخچے اڑنے لگتے ہیں۔

آر الف ڈیبل اپنی کتاب "محمدؐ" میں ہجرت کے واقعہ کے بارے میں عجیب گہرافشانی کرتا ہے جو میرے لئے کہرافشانی ثابت ہوئی۔ وہ کہتا ہے کہ ہجرت کی رات کو جب کافروں نے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ تو آپ نے اپنے بستر پر حضرت علی کو لٹا کر اپنا خاص کمبل اڑھا دیا اور پچھلی کھڑکی کے راستے حضرت ابوبکر صدیق کو جا ملے۔ انداز بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت (نعوذباللہ) اپنی مصیبت

حضرت علی پر ڈالنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ غار حرا پر مکڑی کے جالے کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہ کام کسی مکڑی کے بجائے قصہ گو بڑی آسانی سے انجام دے سکتا ہے ڈیل آنحضرتؐ کے مدینہ سے پہلے چار دن قبا میں قیام پر کہتا ہے کہ آنحضرتؐ کو تب تک یقین نہ تھا کہ اہل مدینہ آپ سے اچھا برتاؤ کریں گے۔ اسلئے آپ نے حالات کا بخوبی جائزہ لینے کی خاطر یہاں قیام کیا۔ وہ کہتا ہے کہ دوران قیام میں آپ صرف اس وقت سوئے جب کوئی "قابل اعتماد" صحابی نگرانی کر رہا تھا سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرح حضرت عمرؓ کو بھی کیوں نہ ساتھ لیا؟ آپ نے قبا میں قیام کرنا کیوں ضروری سمجھا؟

ان تمام مضامین کو پڑھ کر عباسیوں کی طرح پھر ایک نئے علم الکلام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ جو ایک نئے اصول پر قائم ہو۔ پہلے زمانے میں یونان کے فلسفے کا مقابلہ تھا۔ جو محض قیاسیات اور مظنونات پر قائم تھا۔ آج بدیہیات اور تجربہ کا سامنا ہے۔ اسلئے اس کے مقابلے میں محض قیاسیات عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا۔

آپ نے لکھا ہے۔ "کس عقیدے کو آپ نے ترک کیا ہے۔ اور پھر اس کھوئے ہوئے عقیدے کو واپس لانے کے متعلق آپ ایک تحقیقی عقیدہ چاہتے ہیں۔ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

مذہب اسلام مجھے ورثہ میں ملا۔ تعلیم موروثی عقائد کے موافق پائی اور اس نے کسی قدر عقیدے کو سہارا بھی دیا۔ تاہم کیا بات ہوئی کہ شک کا سب سے پہلا خیال جو خود بخود دماغ میں پیدا ہوا وہ اسی تقلید کے خلاف تھا۔ میں نہیں

جانتا کیوں مگر بار بار یہی سوال سامنے ابھرنے لگا کہ اعتقاد کی بنیاد تقلید اور توارث پہ کیوں ہو؟ موروثی اور روائتی عقائد کی بنیاد یہی تھی اور اسی شک نے پوری عمارت ڈھادی۔ دوسرا راستہ تھا تحقیق کا، لیکن یہاں مذہب کے اندرونی اختلافات اور مغربی مصنفین کی خامہ فرسائیوں نے مجھے انکار کی منزل پہ لا پہنچا صحیح راہ دھندلے میں گم ہو چکی ہے۔ ناچار ایک راہبر کی ضرورت محسوس ہوئی جو ان تمام راستوں سے مجھے نکال لے جائے۔ اور پھر مجھے اس منزل تک پہنچا دے جہاں ایک ایسا تحقیقی عقیدہ حاصل ہو جو ان تمام چیزوں سے متزلزل نہ ہو سکے۔ میں شائد غلط کہہ گیا۔ وہ تحقیقی عقیدہ ان چیزوں سے جنبش بھی نہ کھا سکے گا۔

امید ہے کہ جواب جلد موصول ہو گا۔

خلوص آگیں غلام رسول صدیقی جامع مسجد باندرہ بمبئی ۵۰

جواب

یہ صحیح ہے کہ مذہبی اعتقاد کی بنیاد تقلید و توارث پر نہیں بلکہ تحقیق و نظر پہ ہونی چاہیئے۔

مگر سوال یہ ہے کہ تحقیق و نظر کا معیار کیا ہو انسانی علم جہاں تک سچا ہے وہ منفی درجے سے آگے نہیں بڑھتا یعنی سائنس ہمیں بتلاتا ہے کہ وہ خدا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور نہ یہ اس کا میدان تحقیق ہے۔ لیکن کوئی مثبت جگہ وہ اختیار نہیں کرتا۔ اس کی جگہ لا ادری کی ہے۔ تب ایسی حالت میں ہمیں اطمینان و تسکین کے لئے کسی مثبت آواز کی ضرورت ہے اور وہ مثبت آواز دین و دعی کی ہے۔ داعی دین یہ نہیں کہتا کہ میں نہیں جانتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ علی بصیرۃ

مِنْ ربّی مجھے اس بارے میں یقین و بصیرت حاصل ہے۔ میں جانتا ہوں۔ میں سنتا ہوں، میں دیکھتا ہوں، کہ ماوراء الوراء ہستی ہے اور اس کی روشنی نوع انسانی کو مل سکتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہمیں اس بارے میں اس آواز کا ساتھ دینا چاہیئے جو عدم علم کا اقرار کرتی ہے یا اس کا جو علم و یقین کی راہ دکھاتی ہے۔

موجودہ زمانہ کے جو قابل اعتماد مفکر ہیں۔ ان سب کو یہی راہ اختیار کرنی پڑی۔ آپ Bertrand Russel کی آخری تحریرات کا مطالعہ کیجئے



۱۹؍ اکتوبر ۵۶ء

سیادت پناہ مکرم السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ ہمارے یہاں ایک "درسگاہ محمدی" قائم ہے اس ادارہ کو چلانے کیلئے تنظیم زکوٰۃ اور قیام بیت المال کا سہارا لیا جائیگا جناب سے درخواست ہے کہ اپنے قیمتی لمحات میں سے دس منٹ صرف کر کے قیام بیت المال کے فوائد سے ہمیں آگاہی بخشیں گے۔ ساتھ ہی اگر وقت اجازت دے تو بنیادی ضابطے بھی تحریر فرمائیں۔

خادم شوکت علی موضع شیر گڑھ ڈاکخانہ ہولاگڈھ الٰہ آباد (یوپی)

جواب

آپ اس طرح بیت المال قائم کر سکتے ہیں کہ جو لوگ اس مقصد سے اتفاق کریں وہ اپنی زکوٰۃ کی رقم الگ خرچ کرنے کی جگہ ایک جگہ جمع کریں اور باہمی مشورہ

سے وہ ان کاموں میں خرچ ہو کہ جو مصارف شریعت نے قرار دیئے ہیں۔ نادار طلبا کی اعانت اس سے کی جا سکتی ہے۔



۱۶ر ستمبر ۵۶ء

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص منکر قیام وسلام میلاد شریف ہو۔ اور میلاد شریف کو جنم کنھیا سے تشبیہ دیتا ہو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا اسے بیعت کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں، بینوا توجروا

نوٹ۔ جواب کیلئے لفافہ حاضر خدمت ہے۔

نیازمند الیس حبیب اللہ صدیقی بازار کوآتھ ضلع شاہ آباد بہار

جواب

درست ہے۔

میلاد کی مجلس کا خیر القرون میں وجود نہیں تھا۔ بعد کو اس کا احداث ہوا۔ اسلئے اگر ایک شخص اس خاص ہیئت کی مجلس کو مناسب نہیں سمجھتا تو اس پر اسے ملامت نہیں کر سکتے۔ اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکو آنحضرت کے ذکر سے اور فضائل کے بیان سے انکار نہیں ہے۔ اس خاص ہیئت سے انکار ہے جو ان مجالس نے اختیار کر لی ہے۔



۱۸ ستمبر ۱۹۵۶ء

مکرمی و معظمی جناب مولانا صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جناب کو تو شائد یاد نہ ہو گا۔ لیکن دہلی میں مجھے کئی دفعہ میر عبد القیوم کی معیت میں نیاز حاصل کرنے کا فخر حاصل ہو چکا ہے۔ دیرینہ عقیدت کی بنا پر آپ سے ایک مشکل میں رجوع کر رہا ہوں۔ امید ہے تکلیف دہی کو معاف فرمائیں گے۔ اگر بار خاطر نہ ہو تو خاکسار کے سوال کا جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

(۲) چونتیس سال گورنمنٹ کی نوکری کرنے کے بعد جو اثاثہ اکٹھا ہو سکا وہ پراویڈنٹ فنڈ کی شکل میں ہے۔ اس میں ایک معتد بہ رقم سود کی شامل ہے۔ یعنی یہ رقم نکال کر علیحدہ رکھ لی ہے۔ اور اگر اس قسم کا سود حلال ہیں۔ تو اس قسم کو اپنے استعمال میں لانے کا ارادہ نہیں۔ لیکن اس قسم کے سود کے حرام ہونے میں مجھے کچھ شک ہے اور اس شک کو رفع کرنے کیلئے۔ جناب کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ یہاں مجھے کوئی صاحب تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔

(۳) سورہ آل عمران اور سورہ بقر دونوں کی آیتوں میں ربوٰا کے لفظ پر الف لام داخل ہے۔ اس لئے اس سے وہ ربوٰا مراد ہونا چاہیئے جسے مخاطبین جانتے تھے اور جو عام طور پر ان میں متداول تھا۔

(۴) موطا۔ تفسیر کبیر جامع البیان وغیرہ کتابوں میں زمانہ جاہلیت میں رائج سود کی کئی مثالیں دی گئی ہیں۔ لیکن ان سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ اس وقت کمرشل ——— (Commercial) سود بھی رائج تھا کہ نہیں۔ مثلاً ایسی کوئی مثال نہیں کہ لوگ روپیہ قرض لے کر تجارت کیلئے مال خریدتے تھے۔ میں نے کوشش کی کہ کسی کتاب

سے اس وقت کے معاشی نظام کی ایسی تفصیلات مل سکیں۔ جو اس نقطہ پر روشنی ڈال سکیں۔ مگر اس وقت تک ناکام رہا۔ کیا جناب اس معاملہ میں میری راہنمائی فرمائیں گے ؟

(۵) کمرشل سود کے متعلق شقاوت قلبی اور غریبوں کو لوٹنے کا الزام نہیں لگ سکتا۔ لیکن اس سے ایک ایسی جماعت ضرور پیدا ہو سکتی ہے۔ جو بغیر محنت کے روپیہ کمائے۔ لیکن اسی طرح بڑے بڑے زمیندار اور مکانوں کے مالک ہزارہا روپے کی آمدن بغیر محنت کے حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر نظام اسلامی میں ان پر کوئی قید نہیں۔

تکلیف دہی کے لئے دوبارہ معافی کا خواستگار ہوں۔ والسلام

نیازمند یعقوب شاہ ۱۱ سی وارث روڈ لاہور

جواب

نٹ پراویڈنٹ فنڈ کی جو رقم ہے۔ وہ آپ استعمال کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہ کیجئے۔



۲۸ ستمبر ۵۶ء

مکرم بندہ سلام مسنون

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۲۴ ستمبر ملا۔ مشکور فرمایا۔ میں جناب مولانا صاحب کا بیحد ممنون ہوں کہ انہوں نے پراویڈنٹ فنڈ کے سود کے متعلق میری راہنمائی فرمائی۔ لیکن اس کے متعلق تھوڑی سی اور وضاحت کی ضرورت ہے۔

ترجمان القرآن کے مطالعہ سے مجھے اسقدر تو معلوم تھا کہ حضرت مولانا کے نزدیک ربوٰا سے مراد وہ سود ہے۔ جو حاجتمند سے لیا جاوے۔ لیکن اس تاویل کی وجہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ دوسرے علماء نے اس کے مختلف معنی کئے ہیں اور جو سود تجارت میں روپیہ لگانے۔ یا گورنمنٹ کو قرض دینے سے ہے اس کو بھی ربوٰا کے تحت لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ الرحم الراحمین ہے۔ اور اس کے فضل وکرم سے دور نہیں کہ جہاں نیت درست ہو وہ گناہوں کو معاف فرما دے۔ لیکن یہ بھی ڈر ہے کہ ایسے اصولی معاملوں میں جن میں علمائے کرام میں اتفاق رائے نہیں۔ وہ ہم ایسے لکھے پڑھے آدمیوں سے تفکر و تدبر کا امیدوار ہو۔ اور ہم کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرائے کہ اپنے شکوک کو رفع کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ اسی ڈر اور دیرینہ عقیدت کی وجہ سے جناب مولانا صاحب کو تکلیف دی تھی لیکن چونکہ آپ کے جواب سے نقطہ حل نہیں ہوا۔ اسلئے دوبارہ تکلیف دینے کی جرأت کرتا ہوں۔ اور اسکے لئے تہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں۔

جیسا میں ۱۸ ستمبر کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ اغلب ہے کہ رسول کریم کے زمانہ میں تجارتی سود رائج نہیں تھا۔ یعنی لوگ سود پہ روپیہ لے کر تجارت نہیں کیا کرتے تھے۔ اگر کوئی غیر تجارت میں شامل ہونا چاہتا تھا تو وہ بطور قرض خواہ کے نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ مضاربت کے ذریعہ حصہ دار۔۔۔ بنتا تھا۔ اگر یہ درست ہے تو تجارتی سود ربوٰا کی حدود سے خارج ہو سکتا ہے۔ مجھے کوئی کتاب ایسی نہیں ملی جس سے اس امر کے متعلق قابل وثوق حالات معلوم ہو سکیں۔ کہ آیا اس وقت تجارتی سود رائج تھا۔ کہ نہیں۔ کیا قبلہ مولانا صاحب میری راہنمائی

فرمائیں گے؟

اگر تجارتی سود رسول کریم کے وقت رائج تھا تو ربٰوا کو حاجتمند کے سود تک محدود کرنے کے کیا دلائل ہیں؟ اور تجارتی سود یا گورنمنٹ کے سود کو کس بنا پر حرمت ربوا سے خارج کیا جا سکتا ہے؟ سننے والا کہے گا۔ "چھوٹا منہ اور بڑی بات"۔ لیکن میں حضرت مولانا کو اور آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ان سوالات کے تحت میں صرف اطمینان قلب کا جذبہ ہے اور کچھ نہیں۔ میرے کئی اور بھائی اسی کشمکش میں گرفتار ہیں۔ اور اس مسئلہ کے تسلی بخش حل کے منتظر ہیں۔ سر سید احمد نے سورۂ بقر کی آیات کی تفسیر میں جو دلائل دیئے ہیں ان سے تسلی نہیں ہوتی۔

امید ہے کہ قبلہ مولانا صاحب اور آپ بخیریت تمام ہوں گے۔ والسلام

نیازمند یعقوب شاہ عفی عنہ۔ ۱۱ سی۔ وارث روڈ لاہور

جواب

مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا جواب دیا جا چکا ہے (میری رائے میں بے محنت کے اگر کسی شخص سے کچھ حاصل کیا جائے اور اس کا دینے والا اس معاوضہ کے دینے میں خوش نہ ہو۔ تو وہ معاوضہ درست نہیں۔ مثلاً کوئی شخص ایک مکان بنا کر اس کا کرایہ وصول کرے اور مکان کی اصلی قیمت کی جگہ صرف اس کی آمدنی پر زکوٰۃ دے تو یہ درست نہیں۔ اسے ربٰوا کہئے یا تجارتی سود۔ دونوں حاجتمند کا سود ہیں۔

۲۱ ، نومبر ۵۶ء

گرامی القدر السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

کچھ عرصہ سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ کی خدمت میں عریضہ لکھنے کی جرأت کروں مگر آج کل میں ہی وقت گذارتا رہا۔ چند دن ہوئے مولوی عبید اللہ صاحب سے ملاقات ہوئی، حالات معلوم کرنے پر مزید شوق پیدا ہوا کہ آپ سے تحریری ملاقات کروں،

میں ۱۹۴۴ء میں "پیر گوٹھ جھنڈا سندھ میں، حضرت مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور ۱۹۴۵ء اگست تک یعنی مولانا کی وفات تک وہیں رہا، اس ایک برس کے عرصہ میں "اسلامیات" کے مطالعہ کا موقع ملا۔

اس مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ جب تک قرآن حکیم کو ترتیب نزولی کے لحاظ سے مطالعہ نہ کیا جائے گا۔ اور سیرت محمد عربی صلعم کو اس کی روشنی میں نہ دیکھا جائے گا۔ قرآن فہمی کا کما حقہٗ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بھی محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ ہی اس عہد کے سیاسی، معاشی، مذہبی اور معاشرتی پس منظر کا تفصیلی مطالعہ بھی از حد ضروری ہے، میں ابھی وہیں تھا کہ اچانک "برہان" میں آپ کی تحقیقات کا اشتہار پڑھا۔ جس میں ان تینوں کتابوں کا ذکر تھا۔ میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ فہرست ترتیب نزول تو اسی وقت منگوالی میری وجہ سے پیر گوٹھ جھنڈا اور لاہور کے حلقوں میں بھی احباب نے نسخے منگوائے۔

شاید ۱۹۵۲ء میں "پس منظر اسلام" کا اشتہار "تجلی" دیو بند میں دیکھا

وہ بھی خرید ا، اس کے بعد سیرۃ سیدنا محمد عربی صلعم کا مختصر ایڈیشن آٹھ مہینے کی جدو جہد سے لاہور کے ایک مکتبہ نے منگوا کر دیا۔ کیونکہ ان دنوں ہندوستان سے کتب آنا بند ہو گئی تھیں۔ اور اب مولوی عبید اللہ صاحب سے سیرت، متوسط عاریتاً لیکر مطالعہ کی، اور سیرت کبیر کا شدید انتظار ہے۔

مولوی عبید اللہ صاحب سے یہ معلوم ہو کر مزید خوشی ہوئی کہ آپ نے اس مسلک پر ایک جماعت بھی تیار کی ہے۔ جس کا اجتماع اس ماہ میں ہونے والا تھا۔ مجھے آپ کے مقاصد و نصب العین سے کافی حد تک اتفاق ہے۔ اس لئے اس جماعت کے پروگرام اور روئداد سے مطلع فرمائیے گا۔

آپ کی کتب کے مطالعہ کے دوران میں میرے ذہن میں ایک سوال بار بار ابھرتا رہا۔ جسے میں آپ کی خدمت میں لکھ رہا ہوں۔ اس کا جواب آپ کی کتب سے میں نہیں پا سکا۔ سوال یہ ہے کہ۔

آپ نے انبیاء کی بعثت کا مقصد، جن سیاسی، معاشرتی، معاشی اور اخلاقی اقدار کے حصول کو قرار دیا ہے۔ انہیں اقدار کا حصول اس عہد میں کمیونسٹ تحریک کی جدو جہد کا نصب العین بھی ہے۔ بلکہ دنیا کے نصف حصہ میں ان اقدار کو بڑی حد تک، اس تحریک نے حاصل بھی کر لیا ہے، مگر ان دونوں تحریکوں کے نظریات اور طریق کار میں بنیادی فرق ہے، یعنی جہاں انبیاء نے مذکورہ سماجی اقدار کے حصول کے لئے اثبات وجود الہٰی، حیات بعد الموت اور وحی و الہام، وغیرہ مذہبی حقائق کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔ وہاں کمیونسٹ تحریک نے نہ صرف ان انبیاء کا انکار کر دیا ہے بلکہ

مذکورہ سماجی اقدار کے حصول میں ان مذہبی نظریات کو سب سے بڑی روکاوٹ قرار دیا ہے، اور آج کمیونسٹ تحریک، سیاسی آزادی، معاشی مساوات، فکری آزادی اور جنسی پاکیزگی وغیرہ اخلاقی اور سماجی اقدار کو مذہب کے بغیر ہی حاصل آتی چلی جا رہی ہے۔ بلکہ اسی کامیابی نے مذہب کو ایک غیر ضروری سا عنصر قرار دیدیا ہے۔

اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ انبیاء کی تحریک کے اقرار مذہب اور کمیونسٹ تحریک کے انکار مذہب سے سیرت و کردار اور سماجی مسائل پہ کیا مختلف یا متضاد اثرات مرتب ہوتے ہیں، کیا حیات انسانی کے بعض ایسے مسائل موجود ہیں؟ جو اثبات مذہب کے بغیر حل ہی نہیں ہو سکتے، اور ان کے حل نہ ہونے سے انسان کی سماجی یا اجتماعی زندگی بھی متاثر ہوتی ہے، اگر وہیں تو وہ کونسے مسائل ہیں؟

اگر ہمارے تمام مسائل اثبات مذہب کے اقرار کے بغیر ہی حل ہوتے چلے جائیں تو مذہب کو تسلیم کرنے میں کیا مجبوری ہو سکتی ہے۔ اگر یہ اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار مذہب کے اثبات سے بھی حاصل کی جا سکتی ہیں، اور اس کے انکار سے بھی تو ہماری اپیل کیلئے وجہ جواز کیا رہا۔

میں نے عملاً تجربہ کیا ہے کہ جب کمیونسٹ دوستوں سے یہ بات کہی جاتی ہے کہ مذہب بھی انہی سماجی اقدار کے حصول کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے۔ جنہیں حاصل کرنے کیلئے تم جدو جہد کر رہے ہو، تو وہ یہی جواب دیتے ہیں کہ جب مذہب کا مقصود یہ سماجی اقدار اور اخلاقی نصب العین کا حصول ہے، اور یہ مذہبی حقائق کو تسلیم کئے بغیر بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ تو ان مذہبی بکھیڑوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔"

لہٰذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ مذہب ایک زندہ حقیقت کی حیثیت سے قائم رہے تو ان حقائق کو دو اور دو چار کی طرح ثابت کرنا پڑے گا۔ جن کا حصول اقرار مذہب کے بغیر ناممکن ہے۔ اور جن کے حاصل نہ ہونے سے ہماری اجتماعی سماجی زندگی لازمی طور پر متاثر ہوتی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اس تفہیم کے بغیر اس عہد میں مذہبی بنیادوں پر مبنی ہر ایک اپیل ناکام ثابت ہوگی۔

امید ہے کہ آپ میری مشکل کو سمجھ گئے ہوں گے۔ اور اس کے حل کرنے میں میری مدد فرمائیں گے۔

آپ کا خیر اندیش الطاف جاوید ۴/۹۷ مارٹن روڈ کراچی

جواب

آپ کا یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ انبیاء کی بعثت کا مقصد سیاسی و معاشرتی مقاصد ہیں، انبیاء کی بعثت کا مقصد روحانی زندگی کی پاکیزگی اور معنوی نجات کا حاصل کرنا ہے۔ یہ روحانی پاکیزگی انسان مادی وسائل علم سے حاصل نہیں کر سکتا اسلئے وحی کا محتاج ہے۔

روحانی پاکیزگی کا اثر ہماری زندگی کے تمام اعمال پر پڑتا ہے، لیکن وہ اثر بالذات نہیں بالغیر ہے۔ اصل مقصود روحانی پاکیزگی ہے۔ مذہب بتاتا ہے کہ ظلم نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ ظلم کا بدلہ عاقبت میں ملے گا۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سوسائٹی ظلم سے اجتناب کرے۔ اگر ظلم سے اجتناب کرے گی تو میزان عدل استوار ہوگا لیکن مذہب کی تعلیم کا اصل مقصود روحانی نجات ہے۔ اس چیز کو سامنے رکھ کر پھر اس معاملہ پر غور کرنا چاہیئے۔ ورنہ سخت الجھاؤ پیدا ہوں گے۔

کمیونسٹ جہانتک سائنٹفک سوشل نظام پر زور دیتے ہیں۔ یعنی پرائیویٹ دولت کا دروازہ بند کرنا، اور دولت کو قومی وسائل میں محدود کر دینا یہ، یہ ایک صحیح مقصد ہے۔ مذہبی اعتقاد کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ ضروری نہیں کہ جب تک ایک شخص خدا کی ہستی سے انکار نہ کرے تو وہ سوشل نظام کا معترف نہ ہو سکے۔

غالباً حضرت مولانا کی مندرجہ بالا تشریح سے آپ کی تشفی ہو گئی ہو گی۔ اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ روحانی اقدار کی بنیادوں ہی پر ہر قسم کی ترقی کی جا سکتی ہے۔ خواہ وہ مادی ترقی ہو یا سماجی۔

میرا مقصد یہ ہے کہ ماننا پڑتا ہے کہ ترقی کیلئے انسانی دماغ کو صرف مادہ کا مظہر سمجھنا اور اس کو روح یا ماورائے مادہ کا مترادف سمجھنا صحیح نہیں۔

یہ ایک سائنٹفک حقیقت ہے کہ روح اور الہام دونوں مادہ سے ماورا اور اس کے قائد ہیں۔ جو لوگ اسے نہیں ماننا چاہتے۔ وہ ہٹ دھرم ہیں ان کو جدید نفسیات اور روحانیات کا مطالعہ کرنا چاہئے۔



۲۷، دسمبر ۱۹۵۴ء

کارساز ما بہ فکرِ کارِ ما ❋ فکر ما در کارِ ما آزارِ ما

میرے نادیدہ مہربانِ مکرم و ہستیٔ معظم جناب محترم آزاد صاحب دام عنایتکم خدا آپ کو مدام آزاد رکھے، آمین ثم آمین

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

پیشتر ازیں کہ میں آپ کو بذریعہ اس خط کچھ لکھوں۔ میں چند لفظوں میں

انٹروڈکشن کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں پنجاب یونیورسٹی آفس اکاؤنٹس برانچ میں بطور ایک ادنیٰ اسا اکاؤنٹنٹ کام کرتا ہوں۔ اور محض خدا کا خوف اور آپ سے معافی طلب کرنیکے لئے یہ خط بھیج رہا ہوں۔

میرے اس خط تحریر کرنے کی بنا حافظ نذیر احمد صاحب کی "توبۃ النصوح" اور چودھری افضل حق صاحب کی "زندگی" ہے جو صرف آٹھ دس یوم سے پڑھ رہا ہوں۔ اور جسکو آپ نے باون سال کی عمر میں اس سے قبل دیکھا تک نہ تھا، چنانچہ ابھی ان کتابوں کو ختم ہی کیا تھا۔ (دوسرا بار پڑھ کہ پرسوں شام کو میرا ایک نیک مہربان شفیق دوست آپ کا "غبارِ خاطر" عنایت فرما گیا۔ جسکو اولاً تو میں نے پڑھنے سے انکار کیا۔ مگر اس شریف النفس کی انتہائی سفارش پر پڑھا اور خوب پڑھا، اور پڑھ کر خوب رویا کہ یا مولا ایسے ایسے قابلِ بے گناہ لاغرض شخص دنیا میں موجود ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کا بہت حصہ سخت ترین مشکلات میں گزارہ ہے اور خوشی میں گذارا ہے، اور انہی تینوں کتابوں نے میری کایا کو بدل دیا ہے۔ اور مجھے مجبور کیا ہے کہ مرنے سے پہلے میں آپ سے معافی نامہ حاصل کرلوں۔ اس بات کا کہ گذشتہ دس سالوں سے میں دوسرے خودغرض اصحاب کے کہنے پر آپ کو برا بھلا کہتا رہا جو میری ناتجربہ کاری اور بدقسمتی تھی۔

اے اس چندروزہ فانی دنیا کی لائق ترین ہستی! اب بجائے اس کے کہ میں آپ سے معافی طلب کرکے شرمندہ ہوں۔ میں مولائے کارساز کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور خوش ہو رہا ہوں کہ اس کریم نے مجھے توفیق بخشی ہے۔ ورنہ دوسرے گناہوں سے مل کر اس گناہ عظیم کی سزا بھگتتا۔ ؎

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل

می بینمت عیاں و دعا می فرستمت

گو میں اس سے پہلے بھی خوب جانتا تھا کہ یہ دنیا چند روزہ ہے اور یہاں سے جانا ضروری ہے، اور جاتے وقت یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں چند لمحوں کا ہی توقف رہا ہے، مگر یہ معلوم نہ تھا کہ ہمارے اپنے ہی حواس خمسہ جاسوس الٰہی ہیں اور وہاں ذرّہ ذرّہ کا حساب ہوتا ہے، اور وہاں حقوق الٰہی سے زیادہ پرسش حقوق العباد کی ہوگی اسلئے میں نے اپنے دل میں مصمّم ارادہ کر کے ہر اس خدا کے بندے سے جس کا کہ میں نے ظاہر یا باطن میں دل دکھایا ہے، اور جو میری خوش قسمتی سے اس وقت صفحۂ ہستی پر موجود ہیں، ان سے معافی مانگی ہے، اور معافی طلب کر رہا ہوں عاجزی اور انکساری سے، پیشتر اس کے کہ میں خود ہی دنیا سے بلایا جاؤں اور وہاں اپنے کیئے کی سخت سزائیں بھگتوں۔

میں حیران تھا کہ میں کیوں غمزدہ رہتا ہوں۔ مگر اب مجھے معلوم ہوا ہے، کہ میں خواہ مخواہ سیاسی چالبازوں کی چالاکیوں اور خود غرضیوں میں اکثر چند لائق ترین نیک ہستیوں کو برا بھلا یا دکیا کرتا تھا۔ اب صرف چند یوم سے کہ میں نے نصوح کی توبہ کی ہے۔ اکثر خوش رہتا ہوں، اور اگر کبھی کبھار غم نزدیک آئے تو اسے جلد ہی دور کرنیکی کوشش کر کے فوراً خوش ہو جاتا ہوں۔

چنداں کہ دست و پا زدم آشفتہ تر شدم

ساکن شدم، میانۂ دریا، کنار شد

میں بار بار حیران ہوتا ہوں کہ آپ نے اپنی مشکلات بھری زندگی کو خدا کی

رحمت سے کس احسن طریقہ سے خوش رہ کر گذارا ہے، شاید یہی وجوہات ہوں کہ ؎

رغبتِ جاہ و نفرت اسباب کدام
این ہوس ہا بگذر یا نہ گذر، می گذرد

آپ کی "غبارِ خاطر" سے مجھے یہ چینی مقولہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ "سب سے زیادہ دانشمند انسان وہ ہوتا ہے، جو سب سے زیادہ خوش رہتا ہے۔" مگر جو دوسرے کو برا بھلا کہے اور دکھ دے وہ کسی طرح خوش نہیں رہ سکتا۔ اور غمگیں ہی نہیں رہتا بلکہ اپنے دوسرے ہمنشینوں کو بھی اپنی بد نصیبی سے دکھ پہنچاتا ہے ؎

"افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"

امید واثق ہے کہ میرے مرنے سے پہلے پہلے میرے چند ایک دوسرے مہربانوں کی طرح آپ بھی مہربانی فرما کر مجھے معاف کر کے شکریہ کا موقعہ دیں گے اور جس طرح آپ میرے نامہ اعمال میں سے ایک بدی کو مٹائیں گے میں بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ بھی آپ کے کسی گناہ کو معاف فرما دیویں۔ میں تو ہر وقت آپ کا یہ شعر بطور وظیفہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے معافی بھی طلب کرتا رہتا ہوں۔ اور استغفار پڑھتا رہتا ہوں ؎

من بد کردم، و تو بدم کافات دہی۔ پس فرق میانِ من و تو چیست بگو!

حالانکہ میرا دل یہی چاہتا ہے کہ میں اس خط کو دو چار روز لکھتا رہوں، کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ شائد ہماری آپس میں دوبارہ خط و کتابت ہی نہ ہو اور ہماری ملاقات تو یقیناً روزِ محشر ہی ہوگی اچھا۔ دوسرا آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو۔ ؎

سودا خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

رُباعی

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہو گا   ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے   جو کچھ ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

میں یہ ضرور لکھنا چاہتا ہوں کہ خدا کے حکم سے میں آپ کو کسی بھی دنیاوی کام
[ ]ج کیلئے کبھی تکلیف نہ دینا چاہتا ہوں، نہ دونگا۔ مگر یہ ضرور التجا کرتا ہوں کہ
[ا]یک تو مجھے معاف فرمادیں، دوسرا میرے حق میں دعا فرمادیں۔ کہ نواہ مخواہ
[ ]کے غموں سے مولا کریم مجھے بھی نجات بخشے اور مجھے اطمینان قلب نصیب ہو، اور وہ
[ ]رازق مطلق سوائے اپنے مجھے کسی کا محتاج نہ کرے، اور اس ذاتِ پاک کا میں اتنا
محتاج رہوں کہ ایک لمحہ بھی اس مالک حقیقی سے اپنی حاجات دنیاوی و دینی طلب کرنے
سے باز نہ رہ سکوں۔ آمین۔

کیا آپ مجھے اپنی دیگر خاص تصانیف کے نام بتائیں گے۔ جن کو بھی پڑھوں
اور بہت مجبور ہو کر یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنا ایک فوٹو مجھے میرے پاس رکھنے
کیلئے بھیجیں گے جن کے ساتھ میں وہ معاف کئے جانے کا راحت نامہ ٹانک کر رکھ سکوں
سب حاضرین مجلس کی خدمت بابرکات میں ادب سے سلام علیکم۔

جواب کا منتظر

راقم ایک خاکسار بندہ معافی کا طالب اور آپ کی دعاؤں کا
خواہشمند۔

سردار خاں اکاؤنٹنٹ اکاؤنٹ برانچ پنجاب یونیورسٹی لاہور

جواب

مولانا معاف کرتے ہیں۔

لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لی ولکم وھو ارحم الراحمین



۲۳ ربیع الثانی ۱۳۷۴ھ

بزرگ محترم و محتشم امام الفتوٰی شرح محمدیہ دام اقبالہٗ السلام علیکم

بغرض فتوٰی علیحدہ علیحدہ بانداد اقعات تفصیلی خدمت گرامی میں پیش ہیں۔

براہ کرم تحت قال اللہ و قال الرسول فتوٰی معہ حوالہ و احکام تہ ذیل پیرد انہ

فرماکر ممنون فرمائیے۔

جواب کیلئے ٹکٹ ٹھپہ روانہ خدمت عالی ہیں۔

دعا ہے کہ خدا آپ کو مسلمانانِ ہند کے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ فقط

خواجہ معین الدین عرف مقبول جانی مکان ۲۲-۲-۲۱۹ (کاشانہ شجاع)

کوچہ فرخندہ یار جنگ مرحوم اندرون دبیر پورہ حیدر آباد دکن نمبر ۲

سوال۔ زید نے ہندہ کی ایک لڑکی کے ساتھ دودھ پیا۔ کیا اس کی دوسری لڑکی

کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے ؟

جواب

جائز ہے۔

۱۱ر دسمبر ۵۴ء



کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے

یہاں چند مسلمان تاجر ہیں جو سور کا بال کی تجارت کرتے ہیں اور اس کے جواز پر مصر ہیں حقیقت کیا ہے۔ خلاصہ اور مدلل تحریر فرمادیں۔ بینوا و توجروا۔

خادم محمد حسین

جواب

ناجائز ہے۔



جناب محترم بزرگ، اس جاہل کا دست بستہ سلام قبول ہو۔

بعد آداب عرض ہے کہ خادم ایک غریب گنہگار بندہ ہے۔ عرصہ دراز سے ایک بڑی تمنا دل میں تھی۔ ۱۹۶۰ء میں خادم نے اس تمنا کو اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پیش کردیا، جس کا عرصہ تیرہ سال کا ہوگیا، مگر نہ تمنا پوری ہوئی اور نہ کوئی جواب ہی ملا، خادم نے سورۂ یٰسین شریف، مزمل شریف، بسم اللہ شریف اللہ الصمد وغیرہ کے ذریعہ دو دو چلّے کھینچے، اور دعا کرتا رہا۔ مگر بدقسمتی سے کوئی جواب نہ ملا۔ تب خادم نے چالیس روپے رکھ کر وظیفہ پڑھا۔ مگر نتیجہ خاک نہ نکلا۔ کیا اللہ تعالیٰ بھی غریبوں کی نہیں سنتا؟ ہندوستان کے جیّد عالموں کو اپنی مصیبت کی عرضی ارسال کیا تھا۔ تو جواب ملے تھے کہ، "دعا کروں گا"۔ خدا جانے کیسے عالم ہیں۔ اور کیسی ان کی دعائیں ہیں۔ کہ دعا کرتے کرتے خادم کی نیک بی بی بھی قریب پانچ ماہ ہوئے اس دنیا سے کوچ کرگئی، اب کیا کروں کس مالک کے پاس جاؤں؟ کس سے روؤں، اب ایمان خطرے میں جارہا ہے کیا آپ سے مدد کی امید کروں، اگر آپ خادم کی مدد نہ کرسکیں تو دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ

ساتھ ایمان کے اس دنیا سے اٹھالے، خادم کیلئے یہ بات سب سے بڑی ہوگی خادم کمپٹولر آفس میں کلرک ہے، نوجوان عمر ۳۲ سال ہے نہ مرنے کا ڈر ہے نہ جینے کی تمنا، آپ کے جواب کا انتظار ہے۔

خادم نہایت پریشان ہے، غلطیاں معاف فرمائی جاویں۔ خادم اپنی تمنا اسی کے سامنے ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ جو اسکی جھولی بھردے اگر آپ کی زبان وقلم چاہے تو جھولی بھر جائے۔

خادم مرتضیٰ خاں کلرک، معرفت حافظ عبدالسبحان خان، محلہ گھوگھر ریلوا. وی پی

جواب

خدا کے کارخانہ میں انسان دخل نہیں دے سکتا، دعا کرنی چاہیئے اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے۔



۱۵ر اکتوبر ۵۳ء

حامداً مصلیاً

بشرف ملاحظہ اقدس سنام الملۃ والدین، حضرت مولانا علامہ السید ابو الکلام صاحب آزاد مدظلہ العالی، تحیہ تسلیم مسنون و آداب مشحون، مزاج اقدس، باادب گذارش خدمت پیش رہی ہے۔ اخوت اسلامی و یگانگت دینی کی بنا پر بندہ کمینہ موجب تکلیف ہوا کیئے ہے۔ احقر راقم الحروف نے ۲۰ سال کی عمر میں ۱۵۱ء میں مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی زیر قیادت مولانا محمد صادق

علیہ الرحمۃ السندھی سند فراغ دینیات سے حاصل کی تب بھی تسکین وطمانیت، خاطر نصیب نہ ہوئی، اتنا عرصہ صرف اختلافات فقہا کی تعلیم پاتا رہا، جب احادیث کے پڑھنے کی نوبت آئی تو دورہ شروع ہوا۔ بخدا مجھے معلوم نہ تھا، دین کی حقیقی تعلیمات فطری کیا ہیں، خوشامد اپنا شیوہ نہیں۔ تصنع اپنا شعار نہیں؟ بخدا آپکی تبلیغی واصلاحی مضامین وکتب پڑھنے سے دیدۂ دل میں بینائی آئی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ فی الدارین خیراً کثیراً، سیدی! مجھے آپ کی ذات والا صفات سے نہایت الحب فی اللہ محبت واخلاص ہے، جب آپ کراچی تشریف لائے تھے اور عالی ظرفی سے محمد علی جناح کی قبر پہ فاتحہ خوانی فرمائی تھی۔ تب بندۂ کمینہ بدقسمت کراچی میں تھا، شرف باریابی کا حصول نہ ہو سکا، بفضلہ اب شرف لطف ملاقات حاصل کرنے کی سعادت میسر ہو رہی ہے۔ جناب والا سے مودبانہ گذارش ہے کہ جامع ومانع نصیحت جواباً تحریر عنایت فرماویں تاکہ بندۂ کمینہ احب الصالحین کا مصداق بنا کئے واپسی جواب کے واسطے ٹکٹ ارسال خدمت عالی ہیں۔ احقر کے حق میں دعائے عاقبت حسنہ فرماویں نیز تسکین خاطر کیلئے جلد جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے الانتظار اشد من الموت۔ والسلام خیر الختام

ننگ بزرگان اہل تیر عبدالعزیز نور متعلم شعبۂ طب جامع عباسیہ بہاولپور

جواب

علم بغیر عمل کے بیکار ہے۔ ہر موقع پر عمل کی ضرورت ہے۔



۹ر جون ۵۴ء

معظم و محترم جناب مولانا ابو الکلام صاحب آزاد زاد بہ کا تکم

چونکہ میں آنجناب سے خوش اعتقاد ہوں اور آپ ہی کے جواب سے تشفی ہو سکتی ہے۔ اسلئے استدعا ہے کہ حسب ذیل استفسار کا جواب ضرور مرحمت فرمایئے گا اور مجھے جو کاوش ہے اس سے نجات دیجئے گا، خدا آپ کی عمر میں برکت عطا فرمادے آمین

قرآن پاک میں جو آیات عورتوں کے پردہ کے بارے میں نازل ہوئیں کیا صرف حضور سرورِ کائنات صلعم ہی کے وقت کیلئے ہیں؟ کیونکہ فی زمانہ جو بے پردگی کی ہوا عام ہو رہی ہے۔ نوجوان عورتیں ہر مجمع میں شریک محفل ہوتی ہیں، اور نا محرم مردوں سے بیباکانہ مذاکرات کرتی ہیں، میں مخصوص ان عورتوں کیلئے دریافت کرتی ہوں جو تمام احکام خداوندی کی پابند ہیں اور نہایت نیک پاک طینت ہیں، اعتراض کرنے پر ان لوگوں کا جواب یہ ہوتا ہے کہ آنکھ اور دل کا پردہ ہونا چاہیئے، جناب والا کا جواب شرعی پردہ کے موافق ہو تو ہم لوگ مطمئن ہو جائیں، مندرجہ ذیل پتہ سے جواب مرحمت فرماکر سرفراز فرمایئے۔

عریضۂ ادب اہلیہ معین الدین احمد قدوائی رسول پور ڈاکخانہ جہانگیر آباد راج ضلع بارہ بنکی (اودھ)

جواب

سوائے ایک آیت وقرن فی بیوتکن کہ جس کا خطاب ازواج مطہرات سے تھا اور تمام آیات عام ہیں، اور تمام مسلم عورتوں کیلئے ہیں، ان احکام کی بنا پر جو شرعی پردہ ثابت ہوتا ہے، کہ جسم کو ایسے لباس سے چھپایا جائے۔ جو جسم کی خوبصورتی کو نمایاں کرنے والا نہ ہو۔ مثلاً ایک بڑی چادر جسم پر ڈال لی جائے، لیکن چہرے

اور پہنچوں کا چھپانا ضروری نہیں۔ وہ کھلے رہ سکتے ہیں۔ اس طرح کے ساتر لباس کے پہننے کے بعد نماز میں مسجد جا سکتی ہے۔ اور الگ عورتوں کی صف میں کھڑی ہو سکتی ہے



۵ر مئی ۱۹۵۸ء بسمہ تعالیٰ

محترم المقام زادت معالیکم سلام مسنون

بحمد اللہ اچھا ہوں، مزاج گرامی کی خیریت مطلوب ہے، ذیل میں اردو کی ایک مختصر سی عبارت جو کلمۂ اسلام کے دوسرے جزء "محمد رسول اللہ" کی تشریح میں لکھی گئی ہے، پیش خدمت کرتا ہوں، ملاحظہ کر کے ارشاد فرمائیں کہ کیا یہ کسی مومن و مسلم کا عقیدہ بن سکتی ہے۔ عبارت حسب ذیل ہے۔

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔"

(۱) مذکورہ بالا جملوں سے انبیائے سابقین کی تکذیب، صحابۂ کرام اور دیگر صالحین امت کی توہین و تنقیص اور ائمہ مجتہدین کی ترک تقلید کا پہلو تو نہیں پیدا ہوتا؟

(۲) کیا معیار حق رسول خدا کے سوا صحابۂ کرام وغیرہم نہیں ہیں؟ جن کی معیاریت پر کتاب و سنت میں متعدد نصوص بتائے جاتے ہیں۔ اور کیا دوسرے جملہ سے صحابۂ کرام کا تنقید سے بالاتر نہ ہونا متبادر نہیں ہوتا۔ جو نصوص صریحہ کے صراحتہً معارض کہا جاتا ہے۔

معیارِ حق، تنقید، ذہنی غلامی، یہ تین الفاظ مع اپنے متعلق جملوں کے خصوصیت سے محتاجِ تشریح ہیں۔

آپ کے علمی تبحر اور دینی بصیرت پر کامل اعتماد رکھتا ہوں۔ اسلئے امید ہے کہ اپنے مصروف اوقات کا چند لمحہ عنایت فرما کر مذکورہ بالا جملوں کی تشریح اور مضامین متعلقہ کی توضیح سے ہماری رہنمائی فرمائیں گے، جس کا انتہائی ممنون و مشکور ہوں گا۔

اس چیز کے کامل احساس کے باوجود کہ جو جنس آپ کی بارگاہ میں سب سے کمیاب بلکہ نایاب ہے، وہ وقت و فرصت ہے، تاہم آپ کو تکلیف دیتا ہوں اسلئے کہ مشکلات کا حل کہاں ڈھونڈوں؟ شبلی نعمانی اور حمید الدین فراہی رحمہا اللہ اب کہاں ملیں گے۔ والسلام۔

خاکسار رشید الدین فراہی، ناظم مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ (یوپی)

جواب

جو عبارت آپ نے لکھی ہے اسے محمد رسول اللہؐ کے ترجمہ کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن آپ کا یہ استنباط صحیح نہیں ہے کہ اس عبارت سے صحابۂ کرام آئمہ مجتہدین کی تنقیص نکلتی ہے، شرعاً معیارِ حق صاحبِ وحی ہے۔ صحابۂ کرام کو جو مقام حاصل ہے، وہ تبعاً حاصل ہے یعنی آنحضرت کے قول و فعل کا انہوں نے حتی الامکان اتباع کیا، اسلئے ان کی شخصیت بھی ہمارے لئے قابلِ احترام ہوئی۔ لیکن ہر حال میں اصل شخصیت صاحبِ وحی کی ہے، نہ کہ کسی اور کی آنحضرتؐ کے سوا ہمارے عقیدہ میں کوئی شخص معصوم عن الخطاء نہیں ہے۔

.... یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ نے آنحضرت کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
"اس قبر والے کے سوا ہر شخص سے دلیل پوچھی جائے گی۔ اور غلطی پہ باز پرس ہوگی۔"

O

سوال۔ مولوی کا مونڈھے پہ بیٹھ کر وعظ کہنا کیا بدعت ہے؟
طفیل محمد ڈرائیور ڈاکخانہ بہاؤ پور

جواب
پتہ مکمل نہیں۔ بہر حال مونڈھے پہ بیٹھ کر وعظ کہنا جائز ہے۔

O

۹ر جنوری ۱۹۵۶ء
بخدمت فیضدرجت قبلہ ناظم صاحب مدظلہم العالی جمیعۃ علماء ہند دہلی
اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
یہاں بحمداللہ ہر طرح خیر وعافیت ہے، امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر ہوں گے۔
دیگر عرض یہ ہے کہ خط ہذا کے ہمراہ ایک سوال ہے مندرجہ حقیقت مسلمانوں کیلئے باعث فتنہ اور گمراہی ہو رہی ہے، صحیح العقیدہ مسلمان بھی اس سے متاثر ہو رہے ہیں، لہٰذا یہ مناسب سمجھا گیا کہ حضور والا کو تکلیف دی جائے کہ حضور والا حضرت مولانا ابو الکلام آزاد صاحب مدظلہم العالی وزیر تعلیم ہندوستان کے دست مبارک سے جواب تحریر فرما کر ارسال فرماویں اور آپ خود بھی دستخط فرما دیں۔

ارادہ ہے کہ اس جواب کا عکسی فوٹو لیکر بلاک بنا کر اخبارات میں شائع کریں، جس کے ذریعہ مسلمانوں کو اس نئی گمراہی سے روکنے کی کوشش کی جائے۔

اور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد صاحب دام اقبالہم کی تحریر امید ہے کہ مسلمانوں کیلئے باعث ہدایت و اطمینان ہوگی۔ مختصر جواب بھی کافی وشافی ہوگا۔ انشاءاللہ جوابی ٹکٹ کیلئے ۲ دو شیلنگ ۶ پنس کا پوسٹل آرڈر ہے۔

امید ہے کہ حالات کی نزاکت نیز مسلمانوں کی بہی خواہی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس تکلیف کو گوارہ فرمائیں گے۔ والاجر عنداللہ عظیم فقط والسلام

احقر احمد ثبات عفی عنہ کلکتہ بازار، ۱۲۷ کوئن سٹریٹ ڈربن ساؤتھ افریقہ۔

(۱) اگر غیر مسلم رسول اللہ پر ایمان نہ لائے۔ تو قیامت کے روز قابل مواخذہ نہ ہوگا۔ قرآنی وعید صرف اپنے زمانہ کے کفار کیلئے تھی۔

(۲) عدم ایمان بہ محمدؐ جزائے اعمال سے مانع نہیں۔

جواب

(۱) قرآن نے ایمان و نجات کے لئے یہ بات بطور بنیادی شرط کے قرار دی ہے کہ تفریق بین الرسل نہ کی جائے۔ یعنی تمام انبیاء پر بلا استثنا ایمان لایا جائے۔ جو غیر مسلم حضرت خاتم النبین پر ایمان نہیں لایا۔ وہ تفریق بین الرسل کرتا ہے۔ اور یہ کفر ہے۔

(۲) قرآن نے یہ ضرور کہا ہے کہ ہر عمل کی ایک جزا ہے۔ اور وہ عامل کو ضرور ملتی ہے۔

۳ مارچ ۵۶ء

ابوالمعارف والمکارم مولانا ابوالکلام آزاد صاحب زید مجدہٗ

باعث تصدیعہ اینکہ چند سوالات علمیہ کا حل جناب والا سے چاہتے ہیں۔

امید ہے کہ جواب سے نوازش ہوگی۔

(۱) زمانہ حاضرہ میں آیا صرف ایمان باللہ، ایمان بالآخرۃ اور عمل صالح نجات کیلئے کافی ہے؟ ایمان باللہ و بالآخرۃ کے ساتھ ایمان برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بما جاء بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم شرطِ نجات ہے یا نہیں؟

(۲) کیا صرف عمل صالح یعنی بغیر ایمان باللہ و یوم آخرت ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم نجات کیلئے کافی ہے؟

(۳) کیا عیسائی، یہودی، اپنے اپنے مذہبوں پر قائم رہتے ہوئے عمل صالح سے منجی عن النار ہوں گے؟

(۴) عیسائی یہودی اور غیر مسلم نیز مشرکوں کے اعمال صالح کی جزا آخرت میں ملے گی یا نہیں؟

(۵) بعض جدید تعلیم یافتہ طبقے آیت ان الذین آمنوا والذین ھادو والنصارٰی والصائبینَ من آمن باللّٰہ والیوم الآخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون سے استدلال کرتے کرتے ہیں کہ یہودی، نصاریٰ، صابئین اپنے اپنے مذہبوں پر قائم رہتے ہوئے بھی بغیر ایمان لائے ہوئے قرآن پر اور بغیر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نار سے نجات پاویں گے۔ کیا ان کا استدلال درست ہے۔؟

جناب والاسے مودبانہ گذارش ہے کہ باوجود جناب کی مشغولیت کے صحت کا تھوڑا وقت نکال کر جواب سے نوازیں گے۔ تاکہ ساوتھ افریقہ کے بہتیرے مسلمانوں کو قعر مذلت میں گرنے سے بچایا جاسکے، امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا فقط والسلام

بندہ محمد ابراہیم ایکھلوایا۔ آزلیقی ڈابھیل ضلع سورت

جواب

قرآن نے ایمان بالرسل پر زور دیا ہے اور تفریق بین الرسل کو کفر قرار دیا ہے، یعنی کسی ایک نبی کو ماننا اور دوسرے کا انکار کرنا کفر ہے۔ اگر ایک شخص تمام نبیوں پر جن میں خاتم النبیین بھی داخل ہیں ایمان رکھتا ہے تو وہ نجات یافتہ ہے ...

عمل صالح کے ساتھ ایمان واعتقاد بھی ضروری ہے، البتہ قرآن نے اس پر بار بار زور دیا ہے کہ کوئی عمل صالح ضائع نہیں جاتا اور نہ کوئی عمل بد بغیر سزا کے رہ جائے گا۔ لیس بامانیکم ولا امانی اھل الکتاب من یعمل سوء یجز بہ



عن ابی بکرۃ رضی قال لقد نفعنی اللہ بکلمۃ ایام الجمل لما بلغ النبی صلعم ان فارس ملکوا ابنۃ کسری قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ رواہ البخاری واخرج عمر بن شیبۃ عن الحسن ان عائشۃ ارسلت الی ابی بکرۃ فقال انک لام وان حقک العظیم ولکن سمعت رسول اللہ صلعم یقول لن یفلح قوم امرأۃ احد وھذا

بنسکارمن ابی بکرۃ وانت تقول لم ینکر احد فارجع عما قلت واحترز ما علمت وعلیک بالحزم فی الدین وبسط العقد حدیث الکتاب وشروحہا واتق اللہ فی ملت اللہ اصولہا۔ فروعہا ثم انظر ما احدثت النساء فی امر السیاست من الفتنۃ والعیاذ باللہ فسلغ ما تنزل بہ الرحمتہ دون اللعنۃ وکثیر ما تتساہل فی تحقیق الامور وتنقید الحدیث وذالک لقصور النظر والتقویٰ اللہم ارنا الاشیاء کما ھی فقط قلت ذالک محتسبا لا معترضاً

جواب

آپ نے لکھا ہے کہ۔ لما بلغ النبی صلعم ان فارس ملکوا ابنت کسریٰ قال لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ (رواہ البخاری)

سوال اس بارے میں یہ نہیں ہے کہ عورتوں کو حکمران بنانا کوئی خاص فضیلت کی بات ہے، بحث صرف اس میں ہے کہ جو طریقے جمہوری نظام حکومت کے اب بن گئے ہیں، اور جن کی رو سے لوگوں کو اپنے نمائندے چننے کیلئے حق دیا گیا ہے۔ وہ حق صرف مردوں کے لئے مخصوص کیا جاوے یا اس میں عورتیں بھی شریک ہو سکتی ہیں۔

اسلام نے دوسرے مذاہب کی طرح عورت کی حیثیت مرد کے سائے میں نہیں رکھی، بلکہ اسے مستقل حیثیت دی ہے، اگر اسلامی احکام کی رو سے عورت اپنا الگ کاروبار رکھ سکتی ہے اور الگ جائداد پیدا کر سکتی ہے، تو اپنے شوہر باپ بھائی سے الگ پارلیمنٹ میں کیوں نہیں رائے دے سکتی۔ للرجال نصیبٌ



۵ر نومبر ۱۹۵۲ء

بخدمت شریف جناب محترم محمد اجمل خاں صاحب زاد اللہ مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

ملفوف مورخہ ۲ نومبر ۵۲ء موصول ہو کر باعث افتخار ہوا۔ جس کا شکریہ، جواباً عرض ہے کہ حسب ارشاد خداوندی صلح بہت ہی بہتر چیز ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس کا کون ذمہ لے گا کہ مثلِ سابق احناف سہنسپور خلاف ورزی نہ کریں گے۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب پھر بھی دیوبندی حنفی ہیں۔ اور چھوٹے دہابی، بابو عبدالمجید صاحب الفاری مراد آبادی سابق ایم ایل اے و حال ایم ایل سی جو پکے سنی اور بریلوی حنفی ہیں انہوں نے جون ۱۹۴۷ء دونوں فریق میں ڈسٹرکٹ جیل مراد آباد کے اندر صلح کرائی تھی۔ اور صلحنامہ باقاعدہ پختہ کاغذ پر لکھایا گیا تھا۔ اور جس پر اہل حدیث و احناف کے تمام ذمہ داروں کے دستخط تھے اور جو جیلر کی معرفت حاکم پرگنہ بلاری کی عدالت میں پیش ہو کر منظور ہوا۔ اور فریقین جیل سے رہا کئے گئے مگر کچھ عرصہ کے بعد احناف نے اسکی خلاف ورزی کی اور ماننے سے انکار کردیا۔ نیز اس سے قبل بحکم کلکٹر صاحب مراد آباد مولانا فاہم علی صاحب امام جامع مسجد مراد آباد نے صلح کرایا تھا۔ لیکن بعد میں احناف نے اس کے ماننے سے بھی انکار کردیا۔ بہر حال جماعت اہل حدیث سہنسپور صلح کیلئے تیار ہے اور جماعت صلح کیلئے فی الحال

اپنی طرف سے حسب ذیل شرائط پیش کرتی ہے۔

(۱) جناب بابو عبدالمجید صاحب انصاری مرادآبادی سابق ایم ایل اے حال ایم ایل سی نے جو صلحنامہ مابین احناف و اہل حدیث سہنسپور جون ۱۹۴۷ء میں ڈسٹرکٹ جیل مرادآباد میں کرایا تھا کہ جس پر دونوں فریق کے ذمہ داران کی دستخط موجود ہے۔ اور جس پر جیلر کی بھی دستخط ہے اور جسے حاکم پرگنہ بلاری نے منظور کرکے دونوں فریق کو جیل سے رہا کر دیا تھا، وہ صلحنامہ ہر حال میں قائم رہے گا۔ اور دونوں فریق اس پر عمل کریں گے۔

(۲) جو جماعت کہ سہنسپور میں اکثریت میں ہے، وہ جماعت اقلیت کے جان و مال عزت و آبرو کی ہمیشہ محافظ و ذمہ دار ہوگی۔

(۳) ہر فریق اپنے مذہب اور مذہبی فرائض کے ادا کرنے اور مذہبی وعظ و تبلیغ میں آزاد ہوگا۔ اور کسی فریق کا کوئی شخص ان امور میں مازح و حائل یا مانع نہ ہوگا، ہاں کوئی فریق کسی حالت میں بھی اشتعال آمیز و نفرت انگیز اور اخلاق سے گری ہوئی باتیں اور طریقے کبھی بھی اختیار نہ کرے گا۔

(۴) ہر شخص کو اختیار ہوگا کہ وہ جس مذہب اور جس مذہب کے احکام کو اپنے لئے بہتر سمجھے اسے اختیار کرے اور عمل میں لائے اسمیں کوئی فریق یا کسی فریق کا کوئی فرد حائل نہ ہوگا۔

(۵) فریق اقلیت کا ۲۲ ، نومبر ۱۹۵۱ء کی فوجداری اور اس کے بعد کے واقعات سے جو مالی نقصان ہوا ہے، فریق اکثریت اسے پورا کرے گی۔

(۶) فریق اقلیت کا مختلف استغاثے اور اپنے لئے مذہبی سکونتی حقوق کے

حکام وقت و عدالتوں سے فریاد کرنے وطلب کرنے میں جس قدر رقم صرف ہوئی ہے، فریق اکثریت ادا کرے گا۔

(۷) اس صلح نامہ کی ذمہ دار حضرات ذمہ داری لیں گے۔ تاکہ مستقبل میں مثلِ سابق فریق اکثریت والے اس کے خلاف نہ کرسکیں۔

(۸) اس صلحنامہ کی آخر میں باقاعدہ پختہ کاغذ پر لکھ کر اور تمام اقلیت و اکثریت کے ذمہ داروں اور صلح کرانے والوں کی دستخطوں کے بعد رجسٹری ہوگی اور ایک ایک نقل ہر فریق کے پاس رہے گی۔ تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔

فی الحال یہ شرائط ہیں جو ارسال خدمت کئے جاتے ہیں۔ بوقت ضرورت ردّ و بدل کیا جاسکتا ہے۔ براہ کرم حضرت مولٰنا حفظ الرحمٰن صاحب کی خدمت میں ان شرطوں کو بھیج دیں۔ نیز مولٰینا صاحب کو یہ بھی تحریر فرمادیں کہ یہاں تشریف لانے سے قبل بذریعہ خط دن و تاریخ طے کرالیں۔ تاکہ میں اور میری جماعت کے ذمہ داران اس تاریخ میں موجود رہ سکیں۔

براہ کرم حضرت مولٰینا آزاد صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں بعد سلام کے یہ عریضہ پیش فرمادیں، اور اگر کوئی مزید حکم دا رشاد ہو تو اس سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام۔

(عاجز ابو مسعود قمر بنارسی نائب ناظم شہر کانگریس کمیٹی چندوسی)

محلہ ساہوکارہ چندوسی ضلع مرادآباد

جواب

مولانا حفظ الرحمٰن کو آپ کا خط بھیج کر گفتگو کی جا رہی ہے۔ مولٰینا کہتے

ہیں کہ اگر مولوی حفظ الرحمٰن اور دیگر ارکان جمعیۃ حنفی المسلک ہیں اور دیوبندی ہیں، وہ اپنے تشدد میں دوسروں سے کم نہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ایک لمحے کیلئے اہل حدیث سے نزاع و جدال رکھیں۔ یا مساجد سے روکیں شرک بدع و رسوم میں بہر حال وہ اہل حدیث سے قریب ہیں۔ اسلئے یہ اندیشہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان سے دانستہ کوتاہی ہوگی۔ مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جھگڑے ۳۰، ۴۰ برس سے ختم ہو گئے تھے، اب انکا سر اٹھانا افسوسناک ہے۔ یہ چیز قطعی طور پر فیصل ہو جانی چاہیئے کہ آمین بالجہر، رفع یدین، تورک اور تکبیرات عیدین کے بارے میں کوئی نزاع نہ ہوگا، ایک مسجد میں آمین بالجہر کرنے اور آمین بالاخفاء پر عمل کرنے والے دونوں نمازیں پڑھیں۔

جبتک یہ سلسلہ قائم نہیں کر دیا جائے گا فتنہ انگیزی کا دروازہ بند نہ ہوگا۔ یہ عدالت کے فیصلہ سے نہیں ہو سکتا، یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ علمائے احناف آگے بڑھیں اور قول و عمل سے اس کی تائید کریں۔



۲۵ دسمبر ۱۹۵۲ء

آج سے تقریباً آٹھ برس پہلے بی بی لطیف النساء کا نکاح نابالغہ کی حالت میں اس کے والد کی ولایت میں میاں معبود بخش کے ساتھ ہوا تھا۔ نکاح کے دو برس بعد لطیف النساء بالغہ ہوئی، اور نکاح کے تین برس بعد جبکہ ہندوستان کو آزادی ملی اور پاکستان قائم ہوا۔ معبود بخش سیکوریٹی ایکٹ کے مطابق گرفتاری کے خوف سے ہندوستان سے فرار ہو کر پاکستان چلے گئے اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے

ہیں - ادھر بی بی لطیف النساء اپنے میکے میں والدین کی بار خاطر ہو کر شوہر کی جدائی کی مصیبت جھیلتی رہی -

واضح رہے کہ میاں بی بی میں اب تک کسی قسم کی خلوت یا ہمبستری نہیں ہوئی لطیف النساء کے والد نے پاکستان جاکر معبود بخش سے کہا کہ اب تو سیکوریٹی ایکٹ نہیں ہے چلو گھر چلکر تم اپنی بی بی کو رخصتی کرا کر لے آؤ، یا اگر کہو تو پاکستان میں تمہارے پاس بھیج دوں - اس پر معبود بخش نے کہا کہ نہ تو میں ہندوستان جاؤں گا - اور نہ اپنی بی بی کو پاکستان لانے کو کہوں گا، تب عبدالعزیز صاحب نے کہا کہ تب طلاق دیکر اس کا راستہ خلاصہ کر دو، معبود بخش نے کہا کہ اگر دین مہر معاف کر دیا جائے تو طلاق دینے پر راضی ہوں - فلاں تاریخ کو فلاں جگہ پر دین مہر کا معافی نامہ لکھوا کر اس میں لطیف النساء کے دستخط کرا کے لے آیئے - میں طلاق دے دوں گا -

لیکن جب دین مہر کا معافی نامہ لکھوا کر تاریخ مقررہ میں جگہ مقررہ پر عبدالعزیز صاحب گئے تو معبود بخش وہاں سے بھاگ گئے، بعد میں بھی کئی دفعہ طلاق لینے کی کوشش کی گئی - مگر صرف حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیا کرتے ہیں - اور اب طلاق دینے سے گریز کرتے ہیں - آخر بیچاری لطیف النساء کب تک صبر کرے چھ برس سے بالغہ ہوئی ہے اور ابتک شوہر سے ملاقات نہیں، جب یارلئے صبر جاتا رہا تو مجبوراً سرکاری عدالت میں نالش کی -

چونکہ ہندوستان میں مسلم حاکم نہیں ہے لہٰذا بدرجہ مجبوری مسلم وکیل کی وساطت سے غیر مسلم حاکم کے اجلاس میں مقدمہ دائر کیا - عدالت ہند نے پاکستان میں معبود بخش پر اس مضمون کا نوٹس جاری کیا کہ آپ کی بی بی

لطیف النساء نے آپ کے خلاف، ہمارے اجلاس میں مقدمہ دائر کیا ہے، لہٰذا آپ ہمارے اجلاس میں حاضر ہو کر اس کا جواب دیجئے۔ جب معبود بخش نے نوٹس کو انکار کر دیا، اور اجلاس میں حاضر نہ ہوئے تب غیر مسلم حاکم نے تفریق نکاح کا فیصلہ دے دیا۔

مگر اس سے بھی لطیف النساء کی مصیبت نہ ٹلی، کیونکہ اس اطراف کے علماء کہتے ہیں، کہ تفریق نکاح کیلئے مسلم حاکم کا ہونا شرط ہے۔ اس معاملہ میں غیر مسلم حاکم کا فیصلہ شریعت میں معتبر نہیں، جیسا کہ مولانا اشرف علی صاحب نے امداد الفتاویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔ (جلد دوم کتاب النکاح صفحہ ۹)

اب علمائے کرام سے عرض یہ ہے کہ فی زمانہ ہندوستان میں خصوصاً مغربی بنگالہ میں مسلم حاکم نہیں ہیں۔ تو ایسی حالت میں ان معاملوں کے فیصلہ کی صورت شریعت محمدیہ میں ہے یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو صرف ایک لطیف النساء کیوں ہندوستان کی ہزاروں عورتیں اس بلا میں گرفتار ہیں اور ہوں گی اور اس سے ارتکاب زنا و ارتداد و خودکشی وغیرہ نتائج کے اندیشہ ہے۔ تو شریعت محمدیہ اس معاملہ میں اپنے دعویٰ کاملیت اور دائمی شریعت ہونے کا ثبوت نہ دے سکے گی۔

بینوا و توجروا۔ فقط

عبدالعزیز منڈل ڈاکخانہ چھوٹا شجاع پور ضلع مالدہ مغربی بنگالہ

جواب

مولانا فرماتے ہیں۔

عدالت نے جو فیصلہ کیا ہے وہ شریعت کے مطابق کیا ہے۔ وہ نافذ

ہوگیا۔ لڑکی عدت کاٹ کر دوسرا نکاح کرسکتی ہے۔



یکم نومبر ۱۹۵۴ء

مخدوم مکرم السلام علیکم مزاج اقدس۔

ازراہ کرم مطلع فرمایا جائے کہ کلام اللہ کا یہ ترجمہ و تفسیر (منسلکہ) کن صاحب کا کیا ہوا ہے؟

کیا اس طرز پر اس سے بہتر کسی صاحب کا کیا ہوا کوئی دیگر ترجمہ و تفسیر آپ کے علم میں ہے۔

آنجناب نے کہاں تک تکمیل کی ہے؟ والسلام۔

ایس ایم کامل جی سیوہارہ بجنور

جواب

مولانا کو معلوم نہیں۔ قرآن مجید کے بہت سے ترجمے ہوئے ہیں، اپنے ذوق کے مطابق انتخاب کیجئے

پرانے ترجموں میں شاہ عبدالقادرؒ کا ترجمہ زیادہ رواج پا چکا ہے۔



فروری ۱۹۵۵ء

مخدوم گرامی دامت برکاتکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ہندوستان کے مسلمانوں کی حالت زار سے کون ناواقف ہے، جہاں بیشمار تعلیمی و اصلاحی ادارے سرگرم عمل ہیں اس کی مناسبت سے نیپال

اسٹیٹ کے دس لاکھ فرزندانِ توحید کی ناگفتہ بہ حالت زار کے تصور سے بھی روح لرز اٹھتی ہے، ہندوستان کے ملحقہ سرحدی منڈیوں میں گنے چنے تاجر اپنے بچوں کو تجارتی ضروریات کیلئے معمولی تعلیم دلاتے ہیں، جس کی وجہ سے ان علاقوں میں کہیں کہیں اسلام سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے۔ بقیہ ریاست نیپال کے دس لاکھ مسلمان منتشر پراگندہ تعلیمی، تمدنی، معاشرتی اقتصادی طور پر پسماندہ اقوام کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہاں کی حالت شدھی اور ارتداد سے کہیں بھیانک اور نازک تر ہے۔

اس افسوسناک صورت حال کا تدارک میری زندگی کا بنیادی مقصد ہے۔

اور اس مقصد کی تکمیل کے پروگرام میں بتدریج تمام راج نیپال کے ترائی اور پہاڑی علاقوں میں، اسلامی مکاتب کا جال پھیلانا، علاقائی زبان نیپالی کے ذریعہ اسلامی تعلیم عام کرنا، اور ایک ایسا مرکزی "جامعہ" قائم کرنا، جس میں بقدر استطاعت اسلامی تعلیم دینی تربیت، تبلیغی اسپرٹ اور تقاضا زمانہ کے مطابق علوم جدیدہ اور صنعت و زراعت کا انتظام بلند سے بلند پیمانہ پر کیا جاسکے شامل ہے۔

اس کے لئے میں کئی سال سے جدوجہد کر رہا ہوں۔ ابتک بحمداللہ مجھے اتنی کامیابی ہو چکی ہے کہ تعلیمیافتہ مخلص اور باعمل و باہمت نوجوانوں کی ایک مختصر جماعت نے اس دینی و ملی خدمت کیلئے خود کو وقف کر دیا ہے۔

اس مرکزی "جامعہ" کی بنیاد ریاست نیپال کے اہم ترین مقام نیپال گنج میں ڈال دیگئی ہے۔ جہاں تجرباتی کام جاری ہے، زراعت کی ٹریننگ کیلئے بھی انتظامات ہو رہے ہیں۔ نیپالی زبان میں بھی اسلامی لٹریچر کی تیاری ہو رہی ہے۔

میں اس پاک اور بلند مقصد کی تکمیل کیلئے جناب کی رہنمائی کا محتاج ہوں۔

کامل توقع ہے کہ اپنی رائے عالی اور گراں قدر مشوروں سے مستفید فرمائیں گے۔
بس والسلام۔

نیاز مند ناظم ادارہ تعلیم ملت فاروق احمد عارف نیپال گنج (راج نیپال)

جواب

آپ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہ کوشش جاری رکھیئے بہت اچھا ہے کہ آپ علوم جدیدہ اور صنعت و زراعت پر توجہ کر رہے ہیں۔



۱۹ر جون ۱۹۵۳ء۔

مکرم محترم قبلہ ذی شان والا شان، امام ہند حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی

اسلام علیکم

عرض ہے کہ قبلہ میں اس سے پہلے کہ کچھ اور لکھوں اپنی کم مائیگی کا اعتراف کرتا ہوں کہ اگر میری قلم سے کوئی ایسا لفظ نکل جائے جو حضور کی شان میں گستاخی کا مترادف ہو تو اس لئے التجا کرتا ہوں کہ براہ خدا معاف کر دینا، اوّل تو ایسی گستاخی ہو گی ہی نہیں کوشش کروں گا کہ کم سے کم الفاظ لکھ کر اپنا مطلب آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔

عرض مدعا یہ ہے کہ آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب اصحاب کہف میری نظر سے گذری اور اس وقت بھی میرے سامنے ہے۔ اسی کے متعلق کچھ الجھن ہے جس کو رفع کرنا ضروری سمجھا، قبلہ آپ نے اس کتاب میں چند باتیں قرآن کی تائید میں لکھی ہیں اور تاریخی شواہد سے ثابت کیا ہے کہ قرآن کا فرمان بالکل صحیح اور اٹل ہے اور

لوگ جو قرآن پر اعتراض کرتے ہیں، بالکل جھوٹے ہیں۔ تو اس محنت اور کاوش کی
داد دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں خداوند کریم ہمارے علما کو توفیق دے کر دین
کی دیواروں اور بنیادوں کو مستحکم کریں۔ آمین۔ اگر ہمارے علماء اس طرف
غور دیں تو آج جو دہریت اسلام میں آگھسی ہے۔ خیرباد کہہ جائے۔ میں
نہ معلوم کیا لکھ گیا ہوں، اپنا مدعا بیان کرتے کرتے کیا کیا لکھ دیا خیر گستاخی معاف
پہلی بات آپ نے ثابت کی ہے کہ اصحاب کہف کون تھے، کہاں ہوئے کب
ہوئے اور فی الوقت ان کا نشان کہیں تاریخ سے ثابت ہے۔ تو واقعی یہ ایک
ایسی بات تھی جس پر مدت سے بہت سی بحثیں ہوتی رہیں۔ جو کچھ آپ نے لکھا بالکل
صحیح ہے۔ (۲) آپ نے ثابت کیا ہے کہ کیا ذوالقرنین نبی تھے۔ اور وہ کہاں اور کس
جگہ ہوئے، تو یہ بھی جو لکھا یا ثابت کیا۔ قابلِ تسلیم اور قابل ستائش ہے، یہ کتاب لکھ کر
آپ نے دنیائے اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے اور علمی دنیا میں ایک نادر تحفہ
کا اضافہ کیا۔ (۳) ایک چیز یاجوج ماجوج اور سد سکندری کا حال ہے۔ تو اس میں
کچھ الجھن ہے۔ جو دلکو ذرا مان لینے میں ہچکچاہٹ پیدا کرتی ہے۔ آپ نے دلائل سے
ثابت کیا ہے کہ یاجوج ماجوج قوم کا اطلاق ان وحشی قبائل پر ہے اور قرآن نے ان
قبائل کو یاجوج ماجوج کہا ہے۔ جو منگولیا کے علاقہ میں آباد تھے۔ انہیں کو روکنے
کیلئے چین کے بادشاہ نے دیوار چین تعمیر کی تھی۔ اور انہی کو روکنے کیلئے سکندر
ذوالقرنین نے سد بنائی تھی۔ تو آپ نے لکھا ہے کہ آج دنیا کے نقشہ پر اس سد
کو ایک شہر دربند ہے وہاں تلاش کر سکتے ہیں۔ اسکے کھنڈرات ملتے ہیں اصل دیوار
نہیں ہے۔ تو یہی چیز ہے جو دلکو بغاوت پر اکسا رہی ہے۔ بغاوت کا لفظ جو لکھدیا ہے

معاف کرنا یہ کسی لیسے خیال سے نہیں لکھا جس سے کسی پر کوئی اعتراض ہو۔

ہاں تو پارہ ۱۷ میں سورہ انبیاء میں ایک آیت میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور دوسری جگہ ۱۵، ۱۶ پارہ سورہ کہف میں ہے۔ باقی کسی جگہ بھی نہیں اگر کسی اور جگہ بھی ہو تو اس کا علم نہیں ہے، میں ایک نو آموز طالبعلم ہوں نہیں جانتا کہ قرآن کیا ہے، حدیث کیا چیز ہے علم کیا ہے، اور کیا لکھوں، بس اتنا ہی کافی ہے کہ میں صرف طالبعلم ہوں، ہاں تو جس جگہ پارہ نمبر ۱۷ میں ذکر ہے یاجوج ماجوج کا تو ایک قرآن شریف نور محمد چشتی قادری صاحب کے کتب خانہ دہلی کی چھپی ہوئی میرے پاس ہے۔ جسکی تفسیر اور معنی حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب اور حضرت مولانا رفیع الدینؒ دہلوی اور حضرت مولانا اشرف علیؒ تھانوی کی لکھی ہوئی ہے۔ تو وہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ جب قیامت قائم ہوگی اور عیسیٰ علیہ السلام دجال کو قتل کر چکے ہوں گے تو انہیں خداوند کریم کا حکم ہوگا کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لے کر کوہ طور پر چلے جاؤ، کیونکہ اب یہاں میری ایک اور مخلوق آنے والی ہے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر چلے جاویں گے۔ تب یاجوج ماجوج تمام زمین پر پھیل جاویں گے۔ ساتھ ہی لکھتے ہیں۔ وہ قوم سکندر ذوالقرنین نے ایک درے میں بند کی ہوئی ہے۔ جو ان کی بنائی ہوئی سد کو روزانہ کھودا کرتے ہیں۔ لیکن جب ختم پر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ کل توڑ دیں گے۔ لیکن دیوار دوسرے دن پھر ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ لیکن قیامت کے نزدیک ان کا سردار کہے گا کہ کل انشاء اللہ ضرور توڑ دیں گے۔ پھر دیوار ویسی ہی رہے گی اور وہ دیوار توڑ کر آجاویں گے۔ یہ حوالہ جات انہوں نے ترمذی مستدرک حاکم وغیرہم سے نقل کئے ہیں۔

بس یہی چیز ہے کہ دل کو کچھ کرید ہوئی، سوچا کہ آپ سے تسلی کرلی جائے
اسلئے کہ آپ نے بھی اپنی کتاب میں صفحہ ۱۱۵ پر مکاشفات یوحنا کے حوالے
سے لکھا ہے کہ جب ایک ہزار برس ہو چکیں گے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائے گا
وہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف آباد ہونگی۔ یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ
کر کے لڑائے گا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا۔ وہ زمین کی تمام وسعتوں
پہ چڑھ جائے گی۔

یہ حوالہ آپ نے سکندر ذو القرنین کی تائید میں پیش کیا ہے۔ تو یہ حوالہ
مندرجہ بالا الفاظ سے لگا کھاتا ورنہ اور باتیں نہیں۔

تو قبلہ گستاخی معاف۔ میری سمجھ میں نہیں آتا، ہمارے علماء میں اس قسم
کا اختلاف کیوں ہے۔ خیر یہ تو صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ نے اختلاف کو رحمت کہا
ہے تو خیر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ کیا کچھ صحیح ہے۔ اب آپ ہی تبلادیں۔ آج تقریباً
ایک ماہ ہوگیا ہے کہ دل میں ایک چبھن ہے، کھٹک ہے۔ اس لئے کیا فرماتے ہیں علمائے
دین و مفتیان دین متین اس مسئلے کے بیچ۔

اچھا حضرت خدا حافظ! اب شام کا وقت ہو چکا ہے مغرب کی اذان ہونے
والی ہے۔ اسلئے اجازت چاہتا ہوں۔ امید قوی ہے کہ اجازت ہوگی۔ قبلہ محترم
اس گستاخی کو معاف فرمادیں کہ میں آپ کو ڈائریکٹ چٹھی لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ اب
آپ دنیا کی ایک بہت بڑی ہستی ہیں۔ اور ایک بڑے اور آزاد ملک کے وزیر اعظم
اور میں ایک ذرہ ناچیز اسلئے بار بار عرض کرتا ہوں کہ برائے خدا گستاخی معاف
امید ہے کہ آپ جواب دیں گے اور میری تسلی کردیں گے۔ میں آپ کو وزیر اعظم

سمجھ کر خط نہیں لکھ رہا ہوں۔ بلکہ آپ کو اپنے دین کا عالم دین کا امام اور ایک مسلمان بھائی سمجھ کر۔ اچھا خدا حافظ۔ والسلام

عاصی محمد یونس خان غفرلہ، غلہ منڈی شجاع آباد ملتان

جواب

مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جو کچھ میری تحقیق تھی میں نے لکھدی ہے۔ اس بارے میں جو روئتیں نقل کی جاتی ہیں ان کی بڑی تعداد ضعیف ہے۔ خود محدثین ان کی تردید کر چکے ہیں۔



۲۶ ر مارچ ۱۹۵۶ء

السلام علیکم

محترم عزیز بھائی ابوالکلام آزاد پرائم منسٹر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ نیو دہلی

خطبہ عربی پڑھنا بہتر اور افضل ہے۔ اور ترجمہ اردو کے اندر پڑھنا بہتر نہیں۔ اور حال عربی جاننے والے نہیں ہیں اور اس کو کسطرح سمجھیں، خطیب اور مقتدی عربی زبان سے ناواقف ہیں اور خطبہ نصیحت کیلئے ہے، اور جب لوگ نہ سمجھیں اور کس طرح نصیحت کرنا چاہیئے۔ اور جب لوگ نہ سمجھیں اور پھر نصیحت کیوں ہو گا۔ اردو پڑھنے میں آوے اور سب سمجھیں اور فائدہ ہووے اور نیک کام کرنے کی توفیق دیوے، حضرت کے زمانے کے اندر خطبہ عربی ہوتا تھا، اس وقت سب عربی سمجھتا تھا۔ اب حال کے زمانہ کے سب اردو سمجھتے ہیں اور اردو کے اندر خطبہ پڑھنے میں کچھ حرج ہے اور افریقہ کے اندر بہت سے لوگ علم بہت کم جانتے

ہیں اور بچے مدرسہ کے اندر پڑھتے ہیں۔ تعلیم ہر روز ملتی ہے۔ اور بڑی حدیث کا حوالہ اور کونسے صفحہ کے اندر یہ مسئلہ ہے اس خط کا جواب دینے کے لئے تکلیف فرمائیے۔

کوئی خطا ہو گئی ہو تو معاف کیجئے، انسان کی بھول ہو جاتی ہے۔

دعاگو ناچیز خاکسار

حافظ ابراہیم ولی اسمٰعیل پی او بکس ۵۹ ڈیڈزا بی - سی - اے

نیازالینڈ

جواب

آنحضرت خطبہ اس زبان میں دیتے تھے جو زبان ان کی اور ان کے سامعین کی تھی۔ اسلئے عربی خطبہ کو آجکل پڑھنا اس کے مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔ خطبہ ایسی زبان میں ہونا چاہیئے۔ جس کو حاضرین سمجھ سکیں۔ اگر اردو سب سمجھتے ہیں تو بہتر ہے۔ کہ خطیب اردو میں تقریر کرے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ پہلا خطبہ اردو میں دیتا تھا۔ اور خطبہ ثانیہ عربی میں۔



۶ر اپریل ۱۹۵۶ء

جناب مولانا ابوالکلام آزاد صاحب مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اجی مولانا آپ کی اپنے ہاتھ کی تحریر دیکھے ہوئے مدت ہو گئی۔ آنکھوں کو انتظار نے بیمار کر دیا۔ براہ عنایت ایک کتاب مدلل اور مفصل ایسی

لکھ دیں۔ جس کے بعد روز روز آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو کسی تردید کی ضرورت پیش نہ آئے۔ کیا معنی یہ مرزائی لوگ آپ کی طرف مختلف معاملات منسوب کرتے رہتے ہیں۔ اور بعض حوالہ جات بھی دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً تذکرہ دکیل وغیرہ۔ کبھی کہتے ہیں مولانا دفات مسیح کے قائل ہیں۔ کبھی کہتے ہیں مولانا نے مرزا صاحب کی تعریف کردی ہے۔ براہ کرم ایسی فیصلہ کن کتاب لکھ دیں۔ کہ پھر بولنے کی جرأت نہ رہے۔ اور اس میں یہ بھی درج فرما دیں کہ اس کے ذریعہ تمام پرانی تحریریں منسوخ ہیں، اور پرانے خیالات بھی تاکہ پرانی باتوں کے ذکر کی گنجائش نہ رہے۔ بینوا و توجروا

المکلف (ڈاکٹر) انعام اللہ خاں سالاری پنشنر ۱۲۰۱ کوچہ خوشی محمد بلوچستان

جواب

وفات مسیح کا ذکر خود قرآن میں ہے۔

مرزا صاحب کی تعریف یا برائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اس لئے کہ ؎

تو بُرا ہے تو بھلا ہو نہیں سکتا اے ذوقؔ
وہ بُرا خود ہے کہ جو تجھ کو بُرا جانتا ہے



یکم ذی الحجہ سنہ ۱۳۷۲ھ

مولانائے محترم۔ ادام اللہ فیوضکم و مجدکم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

اوقات گرامی میں مخل ہونے کی نہایت ادب کے ساتھ معافی چاہتے ہوئے عرض ہے کہ۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے بوضاحت ایما فرمایئے کہ سرکاری انشورنس فنڈ و خانگی بیمہ کمپنیوں کے منافعجات اور بنکوں کے سود سے استفادہ کرنے کا دین اسلام میں از روئے شرح متین کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا۔

مقصود علی قریشی۔ لیکل گوڑہ۔ اورنگ آباد

جواب

مولانا فرماتے ہیں کہ

سرکاری انشورنس فنڈ بیمہ کمپنیوں سے فائدہ اٹھانے میں کوئی مذہبی حکم مانع نہیں ہے۔

بنک کے سود سے اجتناب کرنا چاہئے۔

(میں نے یہ نہیں لکھا کہ مولانا ذاتی طور پر بنک کا سود لیتے ہیں۔ میں اسے اسلامی اسٹیٹ میں حرام سمجھتا ہوں۔ یعنی سوشلزم یا مساوات انسانی کے یہ معنی ہیں کہ بغیر معاوضہ کے دوسروں کی مدد کرے بغیر محنت کے منافع یا سود وصول نہ کرے۔)

۱۸ ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

مخدوم و محترم حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہ العالی السلام علیکم

جناب والا کی خدمت عالی میں عرض ہے کہ مجھے اور میرے حلقۂ احباب کو چند حل طلب دینی اور علمی مسائل نے سخت ذہنی اور قلبی خلفشار سے دو چار کر کے رکھدیا ہے۔ ہر چند اس ضمن میں، میں نے چند مقامی مقتدر اصحاب علم و دانش سے رجوع کیا۔ مگر بدقسمتی سے ان کے گنجلک جوابات اور دور از کار تاویلات نے ہمیں اور بھی زیادہ سنگین مخمصے میں مبتلاء کر دیا ہے۔ اور اب بالآخر مجبور ہو کر ان سوالات کو ہم آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب اپنی گراں قدر مصروفیات کے باوجود ہم نیاز مندوں پر ضرور توجہ مبذول فرمائیں گے۔

(۱) عمر خیام کی ایک رباعی کا اردو ترجمہ ہے۔

وہ جس نے مری خاک کا پُتلا ڈھالا — واقف تھا عمل سے میرے جو کچھ ہوگا
بے حکم نہیں اس کے مرا کوئی گناہ — پھر حشر میں یہ جلنا جلانا کیسا؟

جیسا کہ رباعی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ زید کی تخلیق سے پہلے علام الغیوب کو معلوم تھا کہ زید کے دنیا میں ورود پذیر ہونے کے بعد یہ اچھے اور بُرے اعمال اس کی ذات سے سرزد ہوں گے۔ مگر اس خبر و علم کے باوجود زید کو اس دنیا میں بھیج دیا جاتا ہے۔ پھر قدرت کے جزا و سزا کے احکامات بے معنی ہو جاتے ہیں یا نہیں ؟

(۲) سنگ اسود کا وہ دینی احترام جس کا حکم فرض عین ہے۔ کیوں کیا جاتا ہے؟ کیا اس کا تصوراتی تعلق دوسرے مذاہب عالم کی "سنگ پرستی" سے نہیں ہے۔ ہندو مذہب کی بت پرستی کے پس منظر میں بھی تو کچھ اسی قبیل کا الہیاتی فلسفہ اور اعتقادیاتی نقطۂ نظر مضمر نہیں ہے؟

(۳) ایک مسلمان مرد اپنی وفا شعار اور پاکباز بیوی کو اپنے متفنی دوستوں کی سازش سے یا کسی اور جذبہ سے متاثر ہو کر طلاق دے دیتا ہے۔ مگر فوراً ہی اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ مرد نادم اور پشیمان ہو کر اپنی بیوی سے معافی طلب کر کے دوبارہ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ بیوی بھی اس سے از حد محبت کرتی ہے۔ اور اس کی تمام غلطیوں کو یک لخت معاف کر دینا چاہتی ہے۔ ایسی حالت میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ عدت کے ایام ختم کرنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے باقاعدہ نکاح کرے اور پھر اس سے مجامعت کے بعد طلاق لے تب کہیں جا کر اپنے پہلے والے شوہر کے نکاح میں آسکے۔

کیا جناب والا بتلا سکتے ہیں کہ مطلّقہ کو دوسرے نکاح کا حکم کس حکیمانہ نقطۂ نظر کے تحت دیا گیا ہے؟ مطلّقہ مذکورہ کسی دوسرے مرد کے نکاح میں آئے بغیر عفو درگذر کا مرحلہ طے کر جانے کے بعد اپنے پہلے شوہر سے نکاح ثانی کیوں نہیں کر سکتی؟

آخر میں جناب والا سے عرض ہے کہ ان سوالات کے جوابات قرآن حکیم کے ساتھ اگر عقلی اور منطقی روشنی میں عنایت فرمائیں تو زیادہ مناسب

ہو گا ---

یقین جانئے ہم امام الہند احسان کو کبھی فراموش نہ کرسکیں گے۔

آپ کا بیحد اخلاص مند محمد عبدالرؤف اختر

معرفت نظام الحق - بمبئی لنگی مارٹ لمیٹیڈ نل بازار ابا بلڈنگ بمبئی نمبر۳

جواب

اگر ایک طلاق دیدی ہے تو رجوع کرسکتا ہے۔ اگر دو طلاقیں دی ہیں تو نکاح کرسکتا ہے۔ ہاں اگر تیسری طلاق تیسرے مہینے دی گئی ہو۔ تب حلالہ کی ضرورت ہے۔



رفعت جناب عزت مآب حضرت مولانا! لازالت شموس افاضاتکم بازعۃً وبدور افادتکم ساطعۃً ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا کے خرمن علم وفضل کا ایک خوشہ چین یہ نیاز آگیں بھی ہے گذشتہ سے پیوستہ سال دارالعلوم دیوبند کے دارالاہتمام میں بتوسط مخدومی حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی شرفِ نیاز سے بھی سرفراز ہوچکا ہے۔ یہی تعلق جو اگرچہ کماً قلیل مگر کیفاً کثیر ہے اس عریضہ کی تحریر کا محرک ہوا۔

شاید جناب والا کے علم میں ہو کہ کراچی کے ایک ماہنامہ "فاران" نے مولوی مسعود عالم مرحوم ندوی کی طرف منسوب کرکے "ترجمان القرآن"

پر کچھ اعتراضات کئے تھے یہ اعتراضات یحکمؐ کے ترجمہ سے متعلق تھے۔
اسکے رد میں اس خاکسار نے "مدینہ" (بجنور) میں "حکم بالعدل" میں کے عنوان
سے ایک مضمون لکھدیا تھا۔ (اس مضمون کا تراشہ ملفوف عریضہ ہذا ہے)
میرے مضمون کا تو کوئی جواب نہ دیا گیا۔ مگر "فاران" (کراچی) کے
جولائی نمبر میں ترجمان القرآن جلد اول پر سترہ مزید اعتراضات پر مشتمل ایک
جدید مضمون شائع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے
یہ اعتراضات مولوی محمد ناظم صاحب ندوی شیخ الجامعہ جامعہ عباسیہ
بہاولپور کے دماغ کی تراوش ہیں۔ اگرچہ وہ سامنے نہیں آئے۔ مگر ہر
دیدہ وربیک نظر سمجھ سکتا ہے کہ "کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں"
مدیر "مدینہ" مولوی محمد وارث صاحب کامل نے مجھے لکھا ہے کہ۔
میں ان اعتراضات کی بھی قلعی کھولوں۔ میں نے ان اعتراضات کا بھی سرسری
جائزہ لیا۔ ان میں سے چودہ تو انشاء اللہ تعالیٰ بیک جنبش قلم ھباءً منثورا
ہوسکتے ہیں۔ مگر تین ایسے ہیں جن کے متعلق مجھے حضرت والا سے مراجعت
ضروری معلوم ہوئی۔ یہ اعتراضات بالفاظ معترض درج ذیل ہیں اگر حضرت
والا۔ مناسب تصور فرمائیں تو بذریعہ مکتوب گرامی، اس سلسلہ میں رہنمائی
فرمائیں یا خود مجھے دہلی اذن بار یابی عطا فرمائیں کہ اس بندۂ عاجز کو کَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ
کی عزت کے ساتھ ساتھ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ کی استجابت کی سعادت
بھی حاصل ہو۔

اعتراضات بالفاظ معترض

(۷) وإذ قالت الملائكة يا مريم إن الله يبشرك بكلمة منه (آل عمران ۴۵)

ترجمہ - اور پھر جب ایسا ہوا کہ فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھے اپنے کلام کے ذریعہ (ایک لڑکے کی) بشارت دیتا ہے۔ مولانا نے بکلمۃ کا ترجمہ "اپنے کلام کے ذریعہ" کیا ہے۔ حالانکہ یہاں "ب" یُبَشِّرُکِ کا صلہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ "اللہ تجھے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے"

(۱۰) ومالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال الآیۃ (النساء ۷۵)

ترجمہ - "اور مسلمانوں تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے، حالانکہ کتنے ہی بے بس مرد اور عورتیں اور بچے ہیں جو (ظالموں کے ظلم و تشدد سے عاجز آ کر) فریاد کر رہے ہیں، خدایا۔"

یعنی اس جگہ والمستضعفین من الرجال الآیۃ کو حال لیا ہے حالانکہ اگر یہ فقرہ حال ہوتا تو ایک تو یہ مستقل جملہ ہوتا اور دوسرے والمستضعفین مرفوع یعنی والمستضعفون ہوتا ہے۔

(۱۷) إنّهٗ لا یفلح الظالمون (الانعام ۱۳۵)

ترجمہ - "یقیناً خدا ظلم کرنے والوں کو کبھی کامیاب نہیں کرے گا۔"

مولانا کو یہاں ضمیر شان سے دھوکہ ہوا ہے اور انہوں نے اَفْلَحَ یُفْلِحُ کو متعدی سمجھا ہے۔ حالانکہ آگے الظالمین نہیں الظالمون ہے۔

(تم کلام المعترض)

اول الذکر دونوں اعتراضات سے متعلق جو کچھ میرے ذہن میں آیا

ہے وہ یہ ہے :-

عے تُبَشِّرُ کا صلہ تو "ب" آتا ہے مگر چونکہ مترجم فاضل نے مبشر بہ کو محذوف مانا ہے اسلئے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكِ (بغلام) بِكَلِمَةٍ (ای بکلام اوحکم) مِّنْهُ

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ یُبَشِّرُكِ سے متعلق ہوگا۔ اور ترکیب عبارت ایسی ہی ہوگی جیسی کہ (الحجر ۵۴) کی آیہ قالوا بشرناك بالحق فلاتكن من القانطين کی ہے۔

"کلمہ" "کلام" اور "حکم" کے معنی میں قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ امام راغب اصفہانی اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ کے ذیل میں لکھتے ہیں قیل ھی كلمة التوحيد وقيل كتاب الله (مفردات)

عے ۔ اس اعتراض کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ فاضل مترجم بھی لَا یُفْلِحُ کو "لازم" مانتے ہیں۔ مگر چونکہ ترجمہ تفسیری تشریحات کا حامل ہے اس لئے الظّٰلِمُوْنَ کو لَا یُفْلِحُ کا فاعل قرار دیتے ہوئے بھی انہوں نے یہ ترجمہ اس لئے کیا۔ تاکہ واضح ہو جائے کہ ظالمین کی عدم فلاح اللہ تبارک وتعالیٰ کی سنت جاریہ کے عین مطابق ہے نیز ترجمہ کا سیاق و سباق بھی اس ترجمہ کا متقاضی تھا جیسا کہ ماقبل کے اس جملے سے واضح ہوتا ہے (تو میرا اور تمہارا فیصلہ خدا کے ہاتھ ہے)

عنا خصوصی طور پر توجہ طلب ہے۔ حال جب جملہ اسمیہ ہو تو اس کے

دونوں اجزاء (مبتداء وخبر) مرفوع ہونے چاہئیں، مفسرین نے ـــ د المستعفین کا عطف اللہ یا سبیل اللہ ہی پر کیا ہے۔

اس آخری اعتراض کے متعلق خصوصی طور پر اور پہلے دو اعتراضات کے متعلق بھی حضرت والا کی فاضلانہ رہنمائی اس نیازمند کو درکار ہے۔

والسلام مع الاحترام

احقر زین العابدین مرتب قاموس القرآن وغیرہ

مکتبہ علمیہ قاضی واڑہ میرٹھ

جواب

آپ کا خط مولانا کو ملا ان کا طرز عمل تو آپ کو معلوم ہے کہ وہ ردو کد میں نہیں پڑا کرتے۔ لیکن بہر حال آپ نے اس معاملہ میں دلیری کی، بشارت مریم کے متعلق آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے المستضعفین کے متعلق جو اعتراض آپ نے لکھا ہے۔ وہ بھی مولانا کے لفظ "حالانکہ" سے جملہ حالیہ بنایا ہے، ظاہر ہے کہ مولانا کا ترجمہ لفظی نہیں ہے مراد یہاں فی سبیل المستضعفین ہی ہے جو فی سبیل اللہ میں داخل ہے جن کا قول یقولون سے شروع ہوتا ہے۔ واؤ عاطفہ ہے۔ مفہوم اس طرح واضح تر ہو جاتا ہے۔



۱۲ر جولائی ۱۹۴۹ء

مکرمی بندہ السلام علیکم

ایک سوال در پیش آگیا ہے۔ اس کے حل کی تلاش ہے۔ مجھے

یقین ہے کہ آپ اس الجھن کو دور فرمانے کی سعی فرمائیں گے۔ جس کی جزا خداوند کریم آپ کو عنایت فرمائیں گے۔

سورہ واقعہ کی آیۃ کریمہ نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین ۝ علیٰ ان نبدّل امثالکم وننشئکم فی ما لا تعلمون۔ جس کا ترجمہ بدیں الفاظ کلام پاک میں ہے کہ ہم نے تمہارے درمیان مدت کو مقدر کر رکھا ہے اور ہمیں کوئی اس بات سے عاجز نہیں کر سکتا کہ تمہاری شکلیں تبدیل کر دیں۔ اور تمہیں ایسے مقام پر پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔

اس میں پہلے موت کا ذکر آیا ہے۔ پھر پیدائش کا کہ کسی بھی شکل میں کی جاوے۔ از راہ کرم اس کی تشریح واپسی ڈاک ارسال فرمائیں۔ کیونکہ مسئلہ اواگون اور اس کا تناسب و میزان کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ اور شکوک کا ازالہ کرنا برائے تقویت ایمان ضروری ہے۔ لہٰذا اسی بات کے پیش نظر نہ صرف متعدد علمائے پاکستان و ہندوستان کی خدمت میں عرائض ارسال کئے ہیں، بلکہ علمائے مصر کی خدمت میں بھی۔ عرض کیا ہے۔ فقط والسلام

نیاز کیش اجمل حسین قریشی

میسرز قریشی برادرس کمیشن ایجنٹس والس گنج سکھر سندھ

جواب

تناسخ سے اس پر کوئی استدلال نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ مرنے کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں، ان کی طرف روئے خطاب ہے کہ خدا کی قدرت اس سے عاجز نہیں ہے کہ ایک نشاط کے بعد دوسری نشاط پیدا کرے۔

۱۹ر اگست ۱۹۴۸ئہ

عالی جناب اعلیٰ حضرت امیر الملت عظیم المرتبت مولانا ابوالکلام آزاد

قبلہ مدظلہ و دام فیضانہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت اقدس میں دو مسائل پیش کیا ہوں۔ ہماری مسجد کے مصلیان دیگر حضرات آپ کی خواہش رکھتے ہیں۔ بندہ بھی زیادہ خواہش آپ سے ہی رکھتا ہے۔ لہٰذا براہ کرم مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں کے شکوک رفع ہوں۔

آپ کا خادم

کے محبوب علیم پیش امام مسجد معصوم باہرپیٹ پوسٹ اودنی ضلع بلہاری

(مدراس)

استفتاء

علمائے دین و مفتیان شرح متین حسب الذیل مسائل میں کیا فرماتے ہیں

عا ۔ روز عید کے چاند کے ٹیلیگرام، ٹیلیفون، ریڈیو، نہ ماننا یعنی اعتبار نہ کرنا چاہئیے۔ اس کی بابت لوگ کہتے ہیں کہ۔ عید کے چاند کے ٹیلیگرام، ٹیلیفون، ریڈیو، آتے ہیں، مسلمان ہی بھیجتے اور نشر کرتے ہیں۔ پھر کیوں نہ مانا جائے۔

اسلئے عرض ہے کہ ریڈیو وغیرہ کے نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔ مفصل بیان فرمائیں۔

۲ـ روزہ کی حالت میں مرد ہو یا عورت، طاعون، ہیضہ، چیچک وغیرہ کی تدارک کے لیئے ٹیکہ (اناکولیشن یا انجکشن) وغیرہ لگوانے سے۔ آیا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

جواب

ریڈیو میں یہ انتظام کیا گیا ہے۔ کہ چاند دیکھنے کی خبر نہیں دی جاتی بلکہ یہ خبر دی جاتی ہے کہ چاند دیکھا گیا اور مفتیوں نے عید کا اعلان کیا۔ یہ خبر رویت کی نہیں۔ بلکہ شہر کے فیصلہ کی ہے۔ اور یہ کہدینا معتبر ٹیلی گرام اور ٹیلیفون کی خبر اگر خارجی دلائل موجود نہ ہوں، کہ قابلِ اعتماد شخص نے کیا ہے اس وقت تک وہ قابل اعتماد نہیں ہے۔

اگر تار کے لئے کوئی کورٹ یا عدالت مقرر کردی گئی ہو، اور معتبر شخص نے بھیجا تو اعتبار ہو سکتا ہے۔ اور وہ کتاب القاضی الی القاضی کے حکم میں داخل ہو جائے گا۔



۱۴ر اپریل ۱۹۵۳ء

بخدمت شریف رہبر اعظم، استاد الادباء، آفتاب العماء معلی القاب مولانا مولوی، مفتی، حافظ، فاضل، حضرت ابو الکلام آزاد دام الطافکم، حضرت بزرگوار تسلیم۔

بعد آداب و تسلیمات کے عرض خدمت ہے کہ خادم کے عافیت نامہ کو ملاحظہ فرما کر عزت افزائی فرمائیں۔

دنیا کو آپ کی ذات مبارک سے جتنی واقفیت ہے۔ اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو آپ کی ہستی سے متعارف نہ ہو۔ آپ کے ہزاروں لاکھوں معتقد آج دنیا میں موجود ہیں۔ بندہ بھی عرصہ دراز سے آپ کا معترف اور معتقد ہے۔ آپ کے رشحات قلم سے بہت بہت فیض حاصل کر چکا ہے۔ خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکریہ کہ اس نے آپ جیسی ایک عظیم المرتبت شخصیت کو سرزمین ہند میں مبعوث کیا آپ نے ملک اور قوم کے لئے جو کارہائے نمایاں کئے ہیں ان کو بیان کرنے کی قلم میں طاقت نہیں ہے۔ آپ نے قرآن شریف کی تفسیر لکھ کر تو ہماری آنکھوں پہ پڑا ہوا قدیم پردہ اٹھا دیا ہے۔

آمدم بر سر مطلب، میں آپ کی ذات بابرکات کا بہت معترف ہوں۔ عرصہ سے میری یہی خواہش رہی کہ آپ کے رشحاتِ قلم سے تو فیض حاصل کر چکا اب آپ سے تبادلہ خیالات بھی کر کے کچھ فیض حاصل کروں۔ امید ہے کہ سائل کے ان سوالات کا تشفی بخش جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

بزرگوار! میں نے روحانیت کے متعلق بہت کچھ لٹریچر دیکھا۔ اردو میں انگریزی میں، کئی غیر زبانوں مگر کسی میں مجھے روح اور روحانیت کے متعلق اطمینان بخش مواد نہ ملا۔ تمام مصنف ایک مخصوص حد تک پہنچ کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں، لہٰذا گذارش ہے کہ آپ جو کہ روحانیت میں اچھی خاصی

دسترس رکھتے ہیں۔ مجھے عالم روحانیت کے متعلق چند ایک معلومات بہم فرماکر مشکور فرمائیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں اولیائے کرام کا بھی معتقد ہوں۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ سرزمین ہند اور بیرونِ ہند میں دورِ حاضر کے زندہ اولیائے کرام کون ہیں کہاں ہیں اور ان کا مشغلہ کیا ہے۔ تیسری بات یہی ہے کہ آپ مہربانی سے آجکل ساری دنیا کے مسلمانوں کی پوزیشن کیا ہے۔ معلوم کرائیں۔

میں دوبارہ آپ سے عاجزانہ التماس کرتا ہوں کہ آپ مجھے یہ تمام معلومات بہم فرماکر مشکور فرمائیں۔ حالانکہ میں پہلے سے کئی احسانات کے بوجھ میں دبا ہوا ہوں۔ امید ہے کہ مایوس نہ فرمائیں گے۔

ہوا استاد ادیبان زماں اک آپ ہی آزاد | تمہیں کو ایک علم دین کا ہم کامل سمجھتے ہیں!
ہیں ہندوستان پر احسان اپنے لاکھ مولانا | تمہیں کو دین میں دنیا میں ہم عادل سمجھتے ہیں

فقط نیازمند

قادر خان میسور

جواب

جو لٹریچر مل سکتا ہے۔ اسی پر قناعت کیجئے۔ زندہ اولیاء کے متعلق بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یورپ میں جو روحانیت کا اسکول عرصہ سے قائم ہے۔ مولانا اس پر اعتقاد نہیں رکھتے۔



۲۰ رمئی ۱۹۵۷ء

مخدوم و محترم اسلام علیکم و رحمۃ اللہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ گرامی نامہ ۲۲ اپریل ۵۷ء باعث سرفرازی ہوا۔ اور مطالعہ سے اطمینان قلب حاصل ہوا۔ آپ نے یہ تحریر فرما کر ہمت افزائی فرمائی کہ جس شخص کی یہ عبارت ہے۔ اگر اس کے اور اقوال ایسے موجود ہوں کہ جن کی روشنی میں اس عبارت کا دوسرا مفہوم نکالا جا سکتا ہے اس سے جرأت ہوئی کہ اس عبارت (رسول خدا کے سوا کسی کو معیار حق نہ بنائے) کو ایک مومن و مسلم کا عقیدہ قرار دینے والوں کی کچھ عبارتیں۔ جنہیں انہوں نے اس عبارت کی توضیح و تشریح کے سلسلے میں لکھا ہے۔) نقل کر کے اس سلسلے میں آپ کی رائے عالی معلوم کر کے اطمینان قلب حاصل کیا جائے عبارات درج ذیل ہیں۔ اس سلسلے میں رائے عالی سے ممنون فرمائیں۔

اگرچہ اس دفعہ کی ترتیب کے وقت زیر بحث سوال انبیائے سابقین کا نہیں تھا۔ اور نہ ان کا معاملہ زیر بحث لانے کی کوئی وجہ تھی۔ پیش نظر صرف اس امت کے مختلف طبقات تھے۔ کہ ان میں کوئی بجائے خود سند اور حجت نہیں ہے۔ بلکہ سب کے اعمال و اقوال اصلی معیار حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جانچنے اور پرکھنے کے بعد ہی حجت اور سند بن سکتے ہیں۔ لیکن اب میں عرض کرتا ہوں کہ بعینہ یہی اصول حضرات انبیاء سابقین پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ ہم ان انبیائے سابقین کی تعلیمات و ہدایات تو درکنار خود ان کی نبوت بھی اسی بنا پر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اگر نہ فرمائی ہوتی تو ہم ان میں سے کسی کو نبی بھی نہ مانتے۔

جب سرے سے ان کی نبوت ہی حضورؐ کی تصدیق کے بغیر تسلیم نہیں کی جا سکتی تو ان کے اقوال وافعال کے بجائے خود معیار بننے کے کیا معنی۔

اس میں شک نہیں کہ جہاں تک ایمان لانے کا تعلق ہے ہم تمام انبیاء کرام پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن جہاں تک اتباع کا تعلق ہے ہم اتباع صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے آپ کی اتباع کے اندر تمام انبیاء کی اتباع بھی آگئی۔ اسلئے کہ دوسرے نبیوں اور رسولوں کی تعلیمات کے صحت کے ساتھ جاننے اور یہ معلوم کرنے کا کہ ان میں سے آج دین میں کیا باتیں مطلوب ہیں۔ اور کیا مطلوب نہیں ہیں واحد ذریعہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی ہے۔

"یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ معیار حق اس ہستی کو بنایا جا سکتا ہے جس کی زندگی کے تمام گوشے محفوظ شکل میں امت تک منتقل ہوئے ہوں، ظاہر ہے کہ یہ خصوصیات انبیاء کرام میں سے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے۔ اسلئے انبیائے سابقین کے بارے میں اس قسم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"باقی رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسرے انبیاء کے اتباع کا معاملہ تو اس کا اب کوئی سوال نہیں۔ اب دوسرے انبیاء پر ایمان لانا تو ضروری ہے۔ لیکن اتباع صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کیا جائیگا حضورؐ نے خود اس کی یوں صراحت فرمائی کہ اب اگر موسیٰؑ موجود ہوتے تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔"

"میرا اور میرے رفقاء کا عقیدہ یہ ہے، کہ ہر نبی اور رسول تنقید سے بالاتر ہے۔ اس کی تنقیص کفر ہے، البتہ انبیاء سابقین کی شریعتوں کے انہیں احکام کی اتباع کی جائے گی جن کا حکم یا اجازت خاتم الانبیاء کی لائی ہوئی شریعت دیتی ہو، اور ایسی اتباع دراصل سرور کائنات ہی کی اتباع ہوگی۔"

اوپر کی مذکورہ عبارت ان لوگوں کی ہے جن کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائیے، امید ہے کہ جلد سے جلد جواب دیکر ہملوگوں کے جھگڑے رفع ہو جائیں گے۔

آپ کے سابقہ جواب سے دونوں فریق مطمئن ہیں۔

مطلوب احمد سرائے میر ضلع اعظم گڈھ

جواب

جو عبارت آپ نے لکھی ہے، اس سے بظاہر کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں معلوم ہوتی۔



۲۵ر جولائی ۵۴ء

مکرم و محترم جناب مولانا ابوالکلام صاحب زید شرفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آں مکرم سے ایک بات دریافت طلب ہے، وہ یہ ہے کہ اخبار "وکیل" امرتسر نے اماماً حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ السلام کی وفات پر ایک ایڈیٹوریل لکھا تھا۔ سننے میں آیا تھا

کہ وہ آں مکرم کا تحریر فرمودہ تھا۔ واللہ اعلم بالصواب، آپ کی اس بارہ میں تصدیق یا تردید مطلوب ہے۔ یہ اخبار غالباً آپ کے بھائی صاحب نکالا کرتے تھے۔ امید ہے بواپسی ڈاک جواب سے مطلع فرما کر ممنون فرمائیں گے۔

فقط والسلام

خاکسار حکیم محمد دین عفی عنہ مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدر آباد دکن

جواب

یہ غلط ہے۔ مولانا نے نہیں مسٹر عبد المجید کپور تھلہ کے ایک شخص تھے انہوں نے لکھا تھا۔ مولانا کا اس سے کوئی تعلق نہیں بار بار اس کی تردید ہو چکی ہے۔



۱۰ر فروری ۵۳ء

حضرت استاذ محترم علی اللہ مقامکم اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی اپنی بے فائدہ مصروفیات کی وجہ سے ایک عرصہ کے بعد عریضہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔ بلا تمہید صرف دو ضروری امور پیش خدمت عالی کر رہا ہوں۔ امید کہ جلد ہی ان کا جواب عطا فرما کر ممنون کرم فرمائیں گے

(۱) میں تبلیغ کے سلسلہ میں اونچے انگریزی تعلیم یافتہ طبقوں سے ملتا رہتا ہوں۔ ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ ہم کو اگر قرآن کی طرف کسی نے توجہ دلائی تو وہ آں جناب کی (حضرت والا) شخصیت گرامی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ان کا کہنا ہے کہ جب ہم آنجناب کی دونوں جلدیں تفسیر کی ختم کر لیتے

ہیں تو ایسا معلوم ہونے لگتا ہے کہ ہمکو کسی نے آسمانِ علم سے زمین جہل پر دے مارا ہے۔ اور ہم قرآن کو بند کر دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم کی بلاغت و فصاحت کا اصل لطف اسی آخری ہی حصہ میں ہے۔ یہ حلقے دریافت کر رہے ہیں کہ آنجناب آخر قرآن حکیم کی تفسیر کب مکمل فرمائیں گے، یا ہملوگ اسی طرح قرآن حکیم بند کئے بیٹھے رہیں۔

(۲) دوسرا اہم اور ضروری معاملہ اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ میرے ایک دوست گورنمنٹ یوپی میں ایک نہایت معزز عہدے پر فائز ہیں نہایت دیندار اور واقعی پرہیزگار ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ علمائے دین کا ایک بورڈ قائم کیا جائے جس میں آنجناب ہوں، مولانا مودودی ہوں، مولانا عبدالماجد دریا آبادی ہوں اور مولانا سید سلیمان ندوی ہوں۔ یہ بورڈ دینی امور کا نگران ہو، پھر وہ چاہتے ہیں اتمام حجت کے طور پر تمام مسلم انگریزی خواں لوگوں کے پاس خطوط روانہ کئے جاہیں۔ کہ قرآن فہمی کے سلسلہ میں۔ یا قرآن پر جو جو اعتراضات دل میں پیدا ہوئے ہیں اور جو اطاعت قرآن و سنت میں حائل ہوں وہ اس بورڈ کی خدمت میں پیش کریں۔ اور بورڈ سے جواب حاصل کرکے اس کے پاس روانہ کیا جائے۔"

آں موصوف اور ان کے ساتھ ایک بہت بڑا دیندار تعلیمیافتہ گروہ اس سلسلہ میں آنجناب کا مشورہ چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ آنجناب اس کی راہیں تجویز فرمادیں کہ انگریزی خوان طبقوں کے شکوک و شبہات دور ہو سکیں، اور حجت اتمام کو پہنچ سکے چونکہ یہ دین کا اہم مسئلہ ہے اور ضروری

کے اہم دماغوں کی خواہش ہے اور بہت بڑا طبقہ آنجناب کے جواب کا منتظر ہے اسلئے براہِ کرم جواب باثواب سے جلد نوازیئے گا۔ حق تعالیٰ بیحد جزائے خیر عطا فرمائیں گے۔ خدا کرے مزاج سامی بخیریت ہو والسلام۔

خادم عبدالقیوم ندوی غفرلہٗ ٹکسال چوک لکھنؤ

جواب

مولانا کے خیال میں کسی ایسے بورڈ کا بنانا غیر ضروری ہے۔ جمعیت علماء موجود ہے۔ اور اس طرح کے تمام معاملات اس کے دائرہ عمل میں داخل ہیں علاوہ بریں دینی علم و عمل کا ذوق اس طرح کے طریقوں سے نہیں پیدا کرایا جا سکتا، یہ کام کسی بورڈ کے ذریعہ نہیں ہو سکتا، اشخاص کے ذریعے سے ہو سکتا ہے جو خود صاحب علم و عمل ہوں۔



۵ر مارچ ۱۹۵۲ء

بحضور فیض مآب عالی جناب ابوالکلام آزاد صاحب دام اقبالکم

فدوی کے مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات حنفی مذہب کے مطابق دینے سے عین مہربانی ہوتی ہے۔

(۱) کوئی شخص مرنے کے بعد دہم چہلم سرہند وغیرہ کے لئے کوئی ایک دن یعنی دہم ۱۰ دس دن ہی دن میں کرنا، چہلم چالیس ۴۰ دن کو کرنا، کر کے مقرر کر سکتے ہیں، ایسے فاتحہ کا کھانا کھا سکتے ہیں؟

(۲) کھانا یا شیرینی یا کسی قسم کے پھل وغیرہ طبق میں رکھ کر اس کے

سامنے کھڑے ہو کر کسی پیر، ولی، یا پیغمبر یا اپنے مُردوں کے نام فاتحہ دے سکتے ہیں؟

(۳) کھانا وغیرہ سامنے رکھ کر پہلے فاتحہ دیکر کھانا کھانا اچھا ہے یا پہلے کھا کر بعد فاتحہ دینا اچھا ہے۔

(۴) پیر، پیغمبر یا ولی کے نام پر بکرا چھوڑنا اور اپنی مرادیں ان سے مانگنا، بعد اپنی مرادیں پوری ہونے کے وہ بکرا ذبح کرکے کھانا اور کھلانا جائز ہے؟ ذبح کرنے کے وقت اللہ اکبر کرکے ذبح کرنے سے اس کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

(۵) بچوں کے ختنہ کرنے کے وقت خویش واقارب کو دعوت دینا، کھلانا وغیرہ کیسا ہے؟

(۶) حلال جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس میں کون کونسی چیزیں نہیں کھا سکتے؟

(۷) سور یعنی خنزیر کو چھو سکتے ہیں؟ چھونے سے غسل کرنے کی ضرورت ہے؟

(۸) فرض نماز میں تین آیتوں کے اوپر مقتدی لقمہ دیا امام اس لقمہ کو نہ لے کر قرأت ٹکا کر رکوع کیا تو مقتدی کی نماز ہوئی۔ یا پھر کرکے پڑھ لینا ہے؟

(۹) جمعہ کی نماز چھوٹے سے چھوٹا قریہ جہاں پانچ یا دس مسلمان ہوں جمعہ پڑھ سکتے ہیں؟

(۱۰) شرک کسے کہتے ہیں؟ پیر پیغمبر یا ولی یا کوئی دیو پری سے منت

مانگنا، اپنے ارادے کو یہ لوگ پورے کرتے کرکے اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

(۱۱) مسلمان غیر خدا کو پوجنے سے اپنی مرادیں پیر یا ولی سے مانگنے سے کیا وہ مسلمان ہوسکتا ہے، اور ایسے مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کرانا امامت کرانا، نکاح پڑھوانا جائز ہے؟

(۱۲) عشا کی نماز جماعت سے نہ پڑھا تراویح میں شامل ہوا، تو پھر وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے؟

(۱۳) انتیس کو عید الفطر کا چاند نظر نہ آیا، تیسویں کو روزہ رکھنے کے بعد دوپہر کے دوسرے گاؤں سے ایک مسلمان آکر چاند دیکھنے کی شہادت دیا، تو فوراً روزہ توڑنا لازم ہے یا نہیں؟

(۱۴) فطرہ صاع سے مراد انڈین یونین کے کتنے تولوں کو کہتے ہیں؟

(۱۵) عیدین کی نماز جماعت سے پڑھنے کے بعد پھر چند آدمی حاضر ہوئے وہ ثانی جماعت بن کر نماز ادا کرسکتے ہیں اور پہلا امام یہ دوسری جماعت کو پھر نماز پڑھا سکتا ہے؟

(۱۶) چھوٹی سے چھوٹی تین آیت کے مساوی ایک بڑی آیت پڑھ کر رکوع کرسکتا ہے، یا آیت الکرسی کی مساوی بڑی آیت پڑھنا لازم ہے؟

(۱۷) آیت الدین کلام شریف میں کونسے پارہ میں ہے؟

(۱۸) پہلی رکعت میں چھوٹے چھوٹے ۵ یا چھ آیت پڑھا دوسری میں ذرا بڑی آیت ۳ پڑھا، لیکن پہلی رکعت سے دوسری رکعت میں پڑھا تو جائز ہے؟

(۱۹) امام قرأت کرتے کرتے ۱۳ آیتوں کے اوپر چلا گیا۔ بھول کر پھر پیچھے کی

آیت پڑھا فوراً پہچان کر رکوع کیا تو نماز جائز ہوئی ؟
(۲۰) شرک کرنے والا ذبح کیا تو گوشت کھا سکتے ہیں ؟
(۲۱) شرک کرنے والے کی دعوت کو قبول کر سکتے ہیں ؟
(۲۲) داڑھی کو کالا رنگ لگا سکتے ہیں ؟
(۲۳) چونا بیڑی پی سکتے ہیں ؟ اور گانجا تمباکو وغیرہ نزدیک جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں ؟
(۲۴) زکوٰۃ دینے کیلئے کتنا مبلغ نزدیک رہنا لازم ہے ؟
(۲۵) کوئی شخص کبیرہ گنا کیا، مثلاً زناہ وغیرہ تو اسے سزا دے سکتے ہیں اور جماعت سے علیحدہ کر سکتے ہیں ؟
(۲۶) محبوب سبحانی عین حیات میں چوتھی آسمان پر ملک الموت سے گفتگو کر کے روحوں کو چھڑائے اور عرش اعظم کے پاس آنحضرت محمد مصطفےٰ کو شب معراج میں مجسم کے ساتھ لاکر کاندھا دینا اپنے مریدوں کو قبر میں عذاب ہونے سے بچانا یہ کرامتیں سب صحیح ہیں یا نہیں ؟
(۲۷) تراویح پڑھنے کے بعد اولوالعزم پیغمبروں کے نام لیکر صلوٰۃ بھیج سکتے ہیں ؟
(۲۸) فرض نماز کے پہلے مکبر اقامت بولتے مقتدیان صف باندھ کر بیٹھنا اور حی علی الصلوٰۃ پر اٹھ کر کھڑا ہونا کیسا ہے ؟
(۲۹) مسلمان عورت ہندو کے ساتھ گھر سے نکل گئی بعد چند دن کے واپس آئی تو اسکا خاوند اسے بغیر نکاح دہرائے رکھ سکتا ہے ؟ (محمد قاسم ہیڈ ماسٹر بلم کنڈہ)

جواب

۲ - ہاں خیرات کی نیت سے۔

۳ - خیرات کیلئے۔

۴ - شرک ہے۔

۷ - ہاتھ دھو ڈالو۔

۸ - نماز نہیں ہوئی۔

۹ - ہاں۔

۱۰ - غلط ہے۔

۱۱ - جائز ہے۔

۲۵ - ہاں۔

۲۶ - غیر اللہ سے مدد مانگنا اور کرامات پر اعتقاد و خوش عقیدہ لوگوں کا ہونا ہے

۲۷ - اسکنت قلبک۔



۲۱ ر فروری ۵۲ء

یہاں ایک فلم "داؤد اور بیت شیبہ" دکھائی گئی۔ جس میں حضرت داؤد کو زانی و قاتل دکھایا ہے۔ جو تعلیمات قرآن کے خلاف ہے۔ امید ہے کہ آپ ہند میں اس فلم کو روک دیں گے۔

(اے وبخور) آنریری سیکرٹری

آل ملایا مسلم مشنری سوسائٹی اہل سنۃ ۱۳۱ لورنگ ۱۲ گے لانگ سنگا پورہ

جواب

حضرت داؤد یہود و نصاریٰ کے نزدیک صرف بادشاہ ہیں لہٰذا ان تک اسلامی تعلیمات پہنچایئے اور بتایئے کہ الحکم والنبوت سے قرآن کی کیا مراد ہے۔ اور نعجہ کا قصہ تورات و قرآن میں کیا نظریہ پیش کرتا ہے

(یہ خیال مولانا نے ظاہر فرمایا اس کے متعلق)



۴ر اکتوبر ۵۳ء

محترم و مکرم دام لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج گرامی

جمعیت علماء کی جانب سے دینی تعلیم کے لئے جو کتابیں شائع کیجارہی ہیں، وہ درجہ اول اور دوم کی کتابیں بہت پہلے پیش خدمت کرچکا ہوں، ان کے متعلق جناب والا اظہار رائے بھی فرما چکے ہیں، اور احقر نے بعض ترمیمات دوسرے ایڈیشن میں شامل بھی کرلی ہیں۔ درجہ سوم اور چہارم کے رسالے اس وقت ملاحظہ عالی اور رائے صائب کیلئے ارسال ہیں۔

حضرت مولانا کی خدمت میں، ابھی اس سلسلہ کی کوئی کتاب نہیں پیش کی گئی۔ لہٰذا ایک مکمل جناب کی معرفت مولانا کی خدمت میں پیش ہے۔

ایک خاص گذارش یہ ہے کہ ان رسائل میں عبادات کے احکام فقہ حنفی کے بموجب بیان کئے گئے ہیں۔ ان رسالوں کی افادیت اہل سنت والجماعت کے ہر مسلک والوں کے لئے عام کرنے کی صورت احقر کے خیال میں یہ ہے کہ عبادات کا حصہ الگ کردیا جائے، یعنی مثلاً دوسرے رسالے کے دو

حصے اس طرح ہوں کہ ایک حصہ عبادات، دوسرا حصہ عقائد، سیرت، اخلاق اور آداب معاشرت پر مشتمل ہو۔ حصہ دوم ہر مسلمان بچہ کے لیئے عام رہے گا، اور حصہ اوّل ہر ایک مسلک کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیگا کیونکہ اہل سنت والجماعت، عقائد و اخلاق و آداب معاشرت میں تقریباً متفق ہی ہیں اور ان رسالوں میں صرف وہی مضامین لئے گئے ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔ اہل سنت والجماعت کے اختلافات کا میدان احکام عبادات اور طریقہ ادائے عبادات ہیں اگر ان کو الگ کر دیا جائے۔ تو باقی مضامین متفق علیہا ہوں گے۔ والسلام

نیاز مند محمد میاں۔ دہلی

جواب

متن میں جو طریقہ انجمن حمایت اسلام نے اختیار کیا ہے۔ جن جن مسائل میں اہل حدیث کا مسلک حنفیہ سے مختلف ہے ان کو حاشیہ پر لکھ دیا جائے ایسے مسائل زیادہ نہیں ہیں۔ زیادہ تر نماز کے فروعی امور ہیں۔ مثلاً متن میں یہ لکھا جا سکتا ہے کہ مقتدی آہستہ آمین کہے۔ حاشیہ میں لکھا جا سکتا ہے کہ اہل حدیث آمین کو بالجہر کہتے ہیں۔ تب یہ رسالہ تمام سنیوں کے لئے یکساں مفید ہوگا۔



۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

صفحہ ۱۴۱ پر "الدین" کے معنی بدلہ ثابت کرنے کے لئے جس عربی شعر سے استدلال کیا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

سَتَعْلَمُ لَيْلىٰ اَىَّ دَيْنٍ تَدَايَنَتْ

وَاَىَّ غَرِيْمٍ فِى التَّقَاضِى غَرِيْمُهَا!

اس شعر میں "دین" کا لفظ قرض کے معنی میں شائد آیا ہے جو شائد یہاں موزوں نہ ہو۔ طبری نے اس سلسلہ میں حسب ذیل دو شعر دیئے ہیں۔

وَاعْلَمْ وَاَيْقَنْ اَنَّ مُلْكَكَ زَائِلٌ

وَاعْلَمْ بِاَنَّكَ مَا تَدِيْنُ تُدَانُ

اِذَا مَا رَمَوْنَا رَمَيْنَاهُمْ

وَدِنَّاهُمْ مِثْلَ مَا يُقْرِضُوْنَ

اس قسم کی چیزیں معلوم ہوئی تھیں وہ ملحوظ خاطر رکھنے کیلئے لکھدی گئی ہیں۔ اگر اس میں کوئی فائدہ ہو تو یہ سلسلہ جاری رکھا جائے گا۔

والسلام

عاجز خلیل، کیو پریس ۲۹ محمد علی روڈ بمبئی ۳

جواب

مولانا مطمئن ہیں کہ اس کا یہی مفہوم ہے۔

اجمل

نوٹ۔ اس شعر کے متعلق کسی ماہ ۵۸ء کے رسالہ برہان میں بھی کہا گیا ہے۔

۔ یہ دین نہیں دَین ہے۔ لیکن مولانا کا جواب یہی ہے جو اوپر درج ہے
اجمل



۱۴ جنوری ۵۲ء

بخدمت جناب امام الہند مولانا ابوالکلام احمد آزاد صاحب مجدھم العالی

السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات

واعبد ربّك حتّى يأتيك اليقين۔ اس کے معنی تو یہ ہے کہ بندگی کئے جا تو تیرے آقا کی جبتک تیرے پاس یقین آجائے تو کیا اللہ کے یقین ہونے کے بعد عبادت معاف ہے۔ یا یقین کوئی معنی اور ہے۔ ہم نے مختلف تفسیریں دیکھی ہیں۔ کسی کسی میں تو یقین کے معنی موت کے بتلائے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے آپ کا ترجمان القرآن حصہ دوئم بھی دیکھا ہے۔ جس میں بھی تحریر ہے کہ جو اوپر لکھی گئی ہے اور مفصل تفسیر نہیں ہے لہٰذا آپ برائے مہربانی اپنا قیمتی وقت کو ضائع کرکے اس آیت کا مفصل تفسیر تحریر کرکے روانہ کریں۔ کیونکہ یہ ایک مذہبی معاملہ کے اندر الجھاؤ پڑا ہوا ہے اس لئے ضرور توجہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

برائے مہربانی جواب بیرنگ لفافہ سے عنایت فرماویں۔

العبد غلام رسول حاجی سومار حاجی حاجن کاٹن فیکٹری

ٹنڈو الٰہ یار حیدرآباد سندھ

جواب

مرنے کے بعد بھی عبدیت یا غلامی سے تو خارج نہ ہوگا ۔



۲۰ ر اپریل ۱۹۵۶ء

حضرت اقدس امام الہند خطیب الامت شمس العلماء ہند مولانا آزاد صاحب مدظلہ

تسلیم ۔ مزاج گرامی

بھٹکے ہوئے راہی کو پھر سوئے حرم لے چل

تکلیف فرماکر مندرجہ ذیل مسائل کے جوابات سے ایما فرماکر صحیح راستے پر گامزن فرمائیں گے ۔

۱ ۔ خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ اور اس کی میت کو قبرستان میں دفن کرنا یا نہیں ؟

۲ ۔ کیسے مرشد سے بیعت کرنا چاہیئے ؟

۳ ۔ کیا مساجد کے ممبر سے تبلیغ کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

۴ ۔ کیا عورتوں کا مساجد میں نماز پڑھنا جائز ہے ۔ اور قبرستان میں عورتوں کا جانا مناسب ہے یا نہیں ۔ ؟

امید کہ جناب والا ان کا مدلل جواب قرآن اور حدیث کی روشنی میں عنایت فرماکر ممنون فرمائیں گے ۔ فقط ۔

راقم الحروف یوسف انصاری طالب علم بیت الانصار ۳۹۱ - ۵ - ۱
مشیرآباد سکندرآباد دکن

جواب

۱ ۔ جائز

۲ ۔ ہاں

۴ ۔ واجب ہے ۔ نہیں



۹ر جون ۱۹۵۵ء

مکرمی و محترمی مولانا ابوالکلام صاحب آزاد قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسلمانوں میں رفع یدین کے متعلق اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے ہمیشہ رفع یدین کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک رسول کریم نے کبھی رفع یدین کیا ہے اور کبھی نہیں کیا۔ بعض کا قول ہے کہ رفع یدین کرنا مکھیاں مارنا ہے اور بعض کا قول ہے کہ رسول کریمؐ عمر کے جس حصے میں رفع یدین کرتے تھے اس وقت انہوں نے رفع یدین کا حکم اسلئے دیا تھا کہ اس زمانے میں نومسلم منافق اپنی بغلوں میں بت دبائے رکھتے تھے۔ اور رفع یدین کرنے سے بت بغل میں سے گر جائیں گے۔ یہ تمام بیانات کہاں تک درست ہیں

رفع یدین کے متعلق از روئے شریعت مفصل، مکمل اور مدلل روشنی ڈالیں۔

جواب معہ حوالہ جات تحریر کریں اور جہاں تک ممکن ہو جواب ضرور اور جلد تحریر کریں۔

آپ کے جواب کا منتظر ناچیز عبدالمجید حسن آباد راولپنڈی پاکستان

جواب

مقامی علماء سے دریافت کیجئے۔